*Muslims who believe in the Messiah,*
*Mirza Ghulam Ahmad Qadiani*[as]

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحكيم ۶۵:۱۲

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

# النور

وفا- ظہور ۱۳۹۳ ہش
جولائی - اگست ۲۰۱۴ء

## ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید نمبر

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا

I shall cause thy message
to reach the corners of the earth

ڈاکٹر مہدی علی مسجد بیت الناصر۔ کولمبس، اوہایو۔ کی زیبائش کا کام کرتے ہوئے
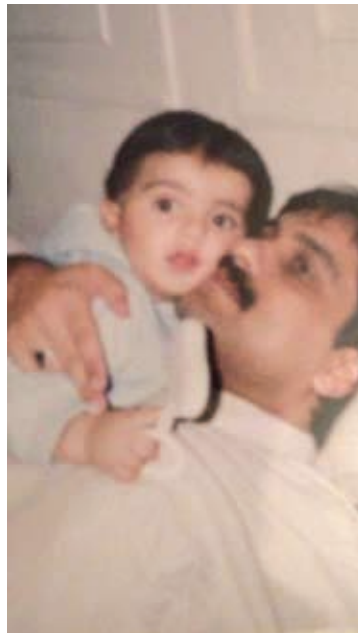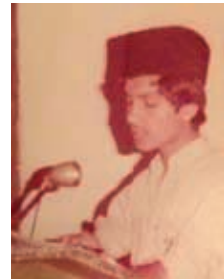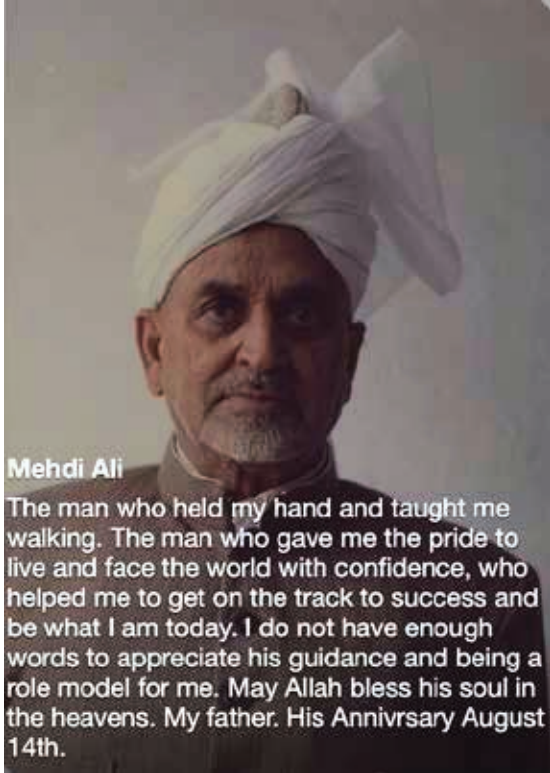
اپنے پہلے بیٹے کی پیدائش کے موقع پر ڈاکٹر صاحب شہید
کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی قرآنی دعا

محلّہ دار رحمت غربی میں واقع ڈاکٹر صاحب شہید کے والدین کا گھر

ڈاکٹر صاحب شہید جامعہ احمدیہ ٹورونٹو، کینیڈا
میں دلی امراض پر ایک لیکچر دیتے ہوئے

اللہ تیری راہ میں یہی آرزو ہے اپنی اے کاش کام آئے خون جگر ہمارا

(2:258)

جولائی۔اگست 2014

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

# فہرس



## فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ؕ

(سورۃ الکوثر:3)

پس اپنے ربّ کے لئے نماز پڑھ اور قربانی دے۔

## وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ O

(البقرۃ:153)

اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

## وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ O

(النحل:115)

اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 76-77}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

**Editor Ahmadiyya Gazette**
**15000 Good Hope Road**
**Silver Spring, MD 20905**

# قرآن کریم

یٰۤاَیُّهَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ○ وَلَاتَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ○ وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِالصّٰبِرِیۡنَ ۙ○ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ○ (البقرة:154-157)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور دُعا کے ذریعہ سے (اللہ کی) مدد مانگو۔ اللہ (تعالیٰ) یقیناً صابروں کے ساتھ (ہوتا) ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کے متعلق (یہ) مت کہو کہ وہ مُردہ ہیں۔ (وہ مُردہ) نہیں بلکہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔ اور ہم تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک (سے) اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی کے ذریعہ (سے) ضرور آزمائیں گے اور (اے رسول!) تُو (اِن) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سُنا دے۔ جن پر جب (بھی) کوئی مصیبت آئے (گھبراتے نہیں بلکہ یہ) کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ مومنوں پر جو ابتلاء آتے ہیں وہ تو اس لئے آتے ہیں کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اُن کی ایمانی حالت کیسی ہے اور جو اعلیٰ درجہ کے مومنوں پر آتے ہیں وہ اس لئے آتے ہیں کہ دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ اُن کی حالت کیسی ہے۔۔۔کہ کوئی مصیبت ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں کرتی۔ غرض بتایا کہ ہم تمہارے اندرونہ کو ظاہر کرنے کیلئے پانچ قسم کے ابتلاء تم پر وارد کریں گے۔ جن میں سے ایک خوف ہوگا جو بیرونی دُکھ کا نام ہے دوسرا ابتلاء بھوک کا ہوگا جو اندرونی تکلیف ہے گویا بعض کو بیرونی دکھوں اور تکالیف کے ذریعہ اور بعض کو اندرونی تکلیفوں کے ذریعہ سے ہم آزمائیں گے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لڑائی کیلئے تو تیار ہو جاتے ہیں مگر بھوک کو برداشت نہیں کر سکتے۔۔۔ پھر بعض لوگ بھوک اور خوف تو برداشت کر لیتے ہیں مگر مال کے خطرہ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ بعض مال کے خطرہ کو برداشت کر لیتے ہیں مگر جان کے خطرہ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ پس فرماتا ہے کہ تمہیں مالی اور جانی نقصانات بھی برداشت کرنے پڑیں گے اور بعض دفعہ اپنی کوششوں کے نتائج سے بھی محروم رہنا پڑے گا۔۔۔ مگر فرمایا وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ وہ لوگ جو ان تمام ابتلاؤں کو برداشت کر لیں گے اور ایمان پر مضبوطی سے قائم رہیں گے اُن کو کوئی ڈر نہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر لوگ ہمیں ڈراتے ہیں تو بیشک ڈرائیں۔ اگر ہمارا مقاطعہ کرتے ہیں تو بے شک کریں۔ اگر وہ ہمیں سودا سلف نہیں دیتے تو بے شک نہ دیں۔ ہم تو خدا تعالیٰ کے رستے میں قربانیاں کرتے چلے جائیں گے۔ اسی طرح اگر وہ ہمارے مال لوٹنے پر آئے ہیں تو بے شک لوٹ لیں۔ اور پھر جب وہ اُن کی جانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم ہمیں قتل کر کے بھی دیکھ لو۔ اور جب وہ ان کی اولادوں پر حملہ کر کے اُن کی تباہی کا سامان پیدا کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اچھا تم یہ کام بھی کر کے دیکھ لو۔۔۔ جب وہ پانچوں قسم کے ابتلاؤں سے پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ اُن میں ثابت قدم رہتے ہیں اور استقلال سے اُن کو برداشت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُنہیں بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ مبارک ہو۔ تمہارے ایمان کی پختگی ثابت ہوگئی تم امتحان میں پاس ہو گئے اب تم اگلی جماعت کی تیاری کرو۔

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 283-284)

# ۔۔۔۔ احادیث مبارکہ ۔۔۔۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَقِیَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِیْ: یَا جَابِرُ! مَالِیْ اَرَاکَ مُنْکَسِرًا؟ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُسْتُشْهِدَ اَبِیْ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَکَ عِیَالاً وَدَیْنًا قَالَ: اَلاَ اُبَشِّرُکَ بِمَا لَقِیَ اللّٰهُ بِهٖ اَبَاکَ قَالَ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ مَا کَلَّمَ اللّٰهُ اَحَدًا قَطُّ اِلاَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ وَاَحْیَا اَبَاکَ فَکَلَّمَهٗ کِفَاحًا فَقَالَ یَاعَبْدِیْ! تَمَنَّ عَلَیَّ اُعْطِکَ، قَالَ: یَا رَبِّ! تُحْیِیْنِیْ فَاُقْتَلَ فِیْکَ ثَانِیَةً. قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّهٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّیْ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔

(ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ اٰلِ عمران)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مجھ سے ملے۔ حضور علیہ السلام نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے جابر آج میں تمہیں پریشان اور اداس دیکھ رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا حضور میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور کافی قرض اور بال بچے چھوڑ گئے ہیں۔ حضور فرمانے لگے کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں کہ کس طرح تمہارے والد کی اللہ تعالیٰ کے حضور پذیرائی ہوئی۔ میں نے عرض کیا ہاں حضور! ضرور سنائیں اس پر آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر کسی سے گفتگو کی ہے تو ہمیشہ پردہ کے پیچھے سے کی ہے لیکن تمہارے باپ کو زندہ کیا اور اس سے آمنے سامنے گفتگو کی اور فرمایا میرے بندے مجھ سے جو مانگنا ہے مانگ۔ میں تجھے دوں گا تو تمہارے والد نے جواباً عرض کیا اے میرے ربّ میں چاہتا ہوں کہ تو زندہ کر کے مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تا کہ تیری خاطر قتل کیا جاؤں۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ میں یہ قانون نافذ کر چکا ہوں کہ کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں نہیں لوٹاؤں گا۔

عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: شَکَوْنَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهٗ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَةِ، اَلاَ تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلاَ تَدْعُوْ اللّٰهَ لَنَا؟ قَالَ: کَانَ الرَّجُلُ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ یُحْفَرُ لَهٗ فِی الْاَرْضِ فَیُجْعَلُ فِیْهَا فَیُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَیُوْضَعُ عَلٰی رَاْسِهٖ فَیُشَقُّ بِاثْنَتَیْنِ وَمَا یَصُدُّهٗ عَنْ دِیْنِهٖ وَیُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ مَادُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ اَوْ عَصَبٍ وَمَا یَصُدُّهٗ ذٰلِکَ عَنْ دِیْنِهٖ، وَاللّٰهِ لَیُتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرُ حَتّٰی یَسِیْرَ الرَّاکِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰی حَضْرَمَوْتَ لَا یَخَافُ اِلاَّ اللّٰهَ اَوِالذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِهٖ وَلٰکِنَّکُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔

(بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

حضرت خباب بن ارتؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ سے اپنی تکالیف کا ذکر کیا۔ آپؐ کعبہ کے سایہ میں چادر کو سرہانہ بنائے لیٹے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کی۔ کیا آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد نہیں مانگتے اور دعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ سختی کے یہ دن ختم کردے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: تم سے پہلے ایسا انسان بھی گزرا ہے جس کیلئے مذہبی دشمنی کی وجہ سے گڑھا کھودا جاتا اور اس میں اسے گاڑ دیا جاتا۔ پھر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ کر اسے دو ٹکڑے کر دیا جاتا۔ لیکن وہ اپنے دین اور عقیدہ سے نہ پھرتا۔ اور بعض اوقات لوہے کی کنگھی سے مومن کا گوشت نوچ لیا جاتا، ہڈیاں اور پٹھے ننگے کر دیئے جاتے لیکن یہ ظلم اس کو اپنے دین سے نہ ہٹا سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور کمال اور اقتدار بخشے گا یہاں تک کہ اس کے قائم کردہ امن وامان کی وجہ سے صنعاء سے حضر موت تک اکیلا شتر سوار چلے گا۔ اللہ کے سوا اسے کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کرے گا یعنی وہ لوگ جو اس وقت وحشی ہیں، تربیت پا کر دنیا کے والی اور رکھوالے بنیں گے لیکن تم جلد بازی دکھا رہے ہو۔

# منظوم کلام امام الزمان

## حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

### اتمامِ حُجّت

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اِک اور جُھوٹوں پر قیامت آنے والی ہے

یہ کیا عادت ہے کیوں سچّی گواہی کو چُھپاتا ہے
تری اِک روز اے گستاخ شامت آنے والی ہے

ترے مکروں سے اَے جاہل! مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

اگر تیرا بھی کُچھ دیں ہے بدل دے جو مَیں کہتا ہوں
کہ عزّت مُجھ کو اور تُجھ پر ملامت آنے والی ہے

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تُو نے اور چُھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اِک دِن ندامت آنے والی ہے

خُدا رُسوا کرے گا تم کو مَیں اعزاز پاؤں گا
سُنو اے منکرو! اب یہ کرامت آنے والی ہے

خُدا ظاہر کرے گا اِک نشاں پُررُعب و پُرہیبت
دلوں میں اس نشاں سے استقامت آنے والی ہے

خُدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
میری خاطر خُدا سے یہ علامت آنے والی ہے

# ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جب شہید مرحوم (صاحبزادہ عبداللطیفؓ) نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کر دیا تو امیر نے اُن سے مایوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے۔ تب وہ فتویٰ اخوندزادہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا۔ اور پھر امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسّی ڈال دی جائے۔ اور اُسی رسّی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اُس میں رسی ڈالی گئی۔ تب اُس رسّی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے۔ اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں، مفتیوں اور دیگر اہلکاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا۔ اور شہر کی ہزار ہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کیلئے گئی۔ جب مقتل پر پہنچے تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دیئے گئے تھے امیر اُن کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچالیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔ تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ اور جان کیا حقیقت ہے۔ اور عیال واطفال کیا چیز ہیں جن کیلئے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔ مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اور مَیں حق کیلئے مروں گا۔ تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچا دیا کہ کافر ہے کافر ہے۔ اس کو جلد سنگسار کرو۔ اس وقت امیر اور اُس کا بھائی نصر اللہ خاں اور قاضی اور عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔ جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہہ دیا کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں۔ تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلاویں۔ تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی نے گھوڑے سے اُتر کر ایک پتھر چلایا۔ جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔ پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے۔ اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔ یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا۔ پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا۔ اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہیئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا 14 جولائی کو وقوع میں آیا۔ اس بیان میں اکثر حصہ اُن لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے۔ اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں داخل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ امیر کے ظلم کو پورے طور پر ظاہر کرنا کسی نے روا نہیں رکھا اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت سے خطوط کے مشترک مطلب سے ہم نے خلاصۃً لکھا ہے ہر ایک قصہ میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے لیکن یہ قصہ ہے کہ لوگوں نے امیر سے ڈر کر اُس کا ظلم پورا پورا بیان نہیں کیا اور بہت سی پردہ پوشی کرنی چاہی۔ شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی۔ اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ط لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى افسوس کہ یہ امیر زیر آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا داخل ہو گیا۔ اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا۔ اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اُس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں۔ جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں۔ اور زن وفرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔

(روحانی خزائن جلد 20 تذکرۃ الشہادتین صفحہ 58-60)

خطبہ جمعہ

## اللہ تعالیٰ کا ایک احسان اور بہت بڑا احسان جس نے جماعت احمدیہ کو ایک اکائی میں پرویا ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جاری نظام خلافت ہے

**وہ جماعت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام و مرتبہ کو سمجھتی ہے وہ بہر حال اس بات کا ادراک رکھتی ہے کہ خلافت سے جڑ کر رہنا ہی اصل چیز ہے۔ اسی سے جماعت کی اکائی ہے۔ اسی سے جماعت کی ترقی ہے۔ اسی سے دشمنان احمدیت اور اسلام کے حملوں کے جواب کی طاقت ہم میں پیدا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اب اسلام کی اس نشأۃ ثانیہ میں خلافت کے نظام سے وابستہ ہے۔**

## ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب ابن مکرم چوہدری فرزند علی صاحب آف امریکہ کی ربوہ میں شہادت

### شہید مرحوم کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

**یہ شہید تو اپنی زندگی میں بھی کامیابیاں دیکھتا رہا اور مخلوق خدا کی خدمت کرتا رہا اور موت بھی ایسی پائی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے دائمی زندگی دے گی۔**

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 30 رمئی 2014ء بمطابق 30 ہجرت 1393 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۗ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۗ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

اللہ تعالیٰ کا ایک احسان اور بہت بڑا احسان جس نے جماعت احمدیہ کو ایک اکائی میں پرویا ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جاری نظام خلافت ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ کے گزشتہ 106 سال اس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد جیسا کہ آپ علیہ السلام نے رسالہ الوصیۃ میں بیان فرمایا تھا افراد جماعت نے کامل اطاعت کے ساتھ نظام خلافت کو قبول کیا۔ دنیا میں بسنے والا ہر احمدی چاہے وہ کسی قوم یا ملک سے تعلق رکھتا ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے ساتھ جو خلافت علی منہاج النبوۃ کا سلسلہ شروع ہونا تھا اس سے جُڑ کر رہنا اس کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ مَیں ان لوگ کی بات نہیں کر رہا جو شروع میں علیحدہ ہو گئے اور ان کی اب حیثیت بھی کوئی نہیں۔ جو جماعت احمدیہ کی اکثریت ہے، وہ جماعت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام و مرتبہ کو سمجھتی ہے وہ بہرحال اس بات کا ادراک رکھتی ہے کہ خلافت سے جڑ کر رہنا ہی اصل چیز ہے۔ اسی سے جماعت کی اکائی ہے۔ اسی سے جماعت کی ترقی ہے۔ اسی سے دشمنان احمدیت اور اسلام کے حملوں کے جواب کی طاقت ہم

میں پیدا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اب اسلام کی اس نشأۃ ثانیہ میں خلافت کے نظام سے وابستہ ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صرف زبانی ایمان کا اعلان اللہ تعالیٰ کے فضل حاصل کرنے والا نہیں بنا دیتا بلکہ آیت استخلاف میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں خلافت کا وعدہ فرمایا ہے، ان کے خوف کو امن میں بدلنے کی خوشخبری دی ہے، خلافت سے وابستہ رہنے والوں کو تمکنت عطا فرمانے کا اعلان فرمایا ہے وہاں ان انعامات کا صرف ان لوگوں کو مورد ٹھہرایا ہے جو عبادتوں اور دعاؤں کی طرف توجہ دینے والے ہوں اور اس مقصد کے لئے قربانیاں کرنے والے ہوں کہ خدا کی توحید دنیا میں قائم کرنی ہے۔ پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے والے تو بہت سے ہوں گے لیکن حقیقی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے والے وہی ہیں جو ہر حالت میں صرف خدا تعالیٰ کی طرف دیکھتے ہیں۔ غیر اللہ کی طرف اُن کی نظر نہیں ہوتی۔ پس ہر یوم خلافت جو ہم مناتے ہیں، ہمیں اپنی دعاؤں اور عبادتوں اور توحید پر قائم رہنے اور توحید کو پھیلانے کے معیاروں کو ماپنے کی طرف توجہ دلانے والا ہونا چاہئے۔ ورنہ اگر یہ نہیں، اگر ہمارے معیار اللہ تعالیٰ سے تعلق میں پہلے سے بلند نہیں ہو رہے تو جلسے، تقریریں، علمی باتیں اور خوشیاں منانا کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس اس روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ دعاؤں کی طرف ہماری توجہ ہوگی، توحید کی حقیقت کو سمجھنے کی طرف ہماری نظر ہوگی تو ہم میں سے ہر ایک ان فضلوں کا وارث بنے گا جس کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا ہے۔

گزشتہ خطبہ مَیں بھی میں نے ذکر کیا تھا کہ ہر پریشانی اور ہر مشکل کے وقت ہمیں خدا تعالیٰ کے آگے جھکنا چاہئے۔ دنیاوی طریقہ احتجاج جو ہے اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا خلافت سے وابستہ رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے اور پریشانیوں سے نجات پانے اور امن کی حالت میں آنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعاؤں اور عبادتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پس یہی ہمارے اصل ہتھیار ہیں جن پر ہم مکمل اور مستقل انحصار کر سکتے ہیں۔ دعاؤں کے ہتھیار کو چھوڑ کر ہم چھوٹے اور عارضی ہتھیاروں کی طرف دیکھیں گے تو ہمیں کامیابی نہیں مل سکتی، نہ کبھی چھوٹے ہتھیاروں سے کسی کو کامیابی ملی ہے یا ملا کرتی ہے۔ انبیاء کی تاریخ میں ہمیں کامیابیاں انہیں دعاؤں کے ذریعہ سے ہی ملتی نظر آتی ہیں اور خاص طور پر جب ہم اسلام کی تاریخ دیکھیں اور خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کے زمانے کو دیکھیں تو دنیاوی طاقت سے نہیں، اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ہی فتوحات ملیں۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق فتوحات ملیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تمام تر وعدوں کے باوجود ان فتوحات کو حاصل کرنے کے لئے جان کی قربانیاں دینی پڑیں، عبادتوں کے معیار بھی بلند کرنے پڑے۔

یہاں ضمناً یہ بھی ذکر کر دوں کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں ایک احمدی کا ذکر کیا تھا جس نے اپنے شیعہ دوست کے حوالے سے بات کی تھی کہ تم لوگ صحیح جواب نہیں دیتے اور یہ بھی شاید مَیں نے بتایا تھا کہ لگتا ہے ان احمدی دوست کی سوچ بھی یہ ہے کہ دنیاوی کوشش کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہئے۔ مَیں نے نام تو نہیں لیا تھا لیکن بہرحال سمجھ گئے۔ انہوں نے مجھے خط لکھا ہے کہ مَیں نے اپنے شیعہ دوست کا ذکر کیا تھا، میری ایسی سوچ نہیں ہے۔ لیکن بہرحال مجھے اور مختلف جگہوں سے ایسی باتیں پہنچتی رہتی ہیں جن سے ایسی سوچ کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات دعاؤں سے ملنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے ہمیں فرماتا ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (الکوثر: 03)۔ پس تو اپنے رب کی عبادت کر اور اس کے لئے قربانیاں دے۔ پھر یہ جو عبادت اور قربانیاں ہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنائیں گی۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انسانی فطرت ہے اور یہ جو فطرت ہے اس کے مطابق لمبے عرصے کی پریشانیاں اور تنگیاں اور ابتلا انسان کو بےچین کر دیتے ہیں۔ اور جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں ذکر کیا تھا کہ ایسے حالات میں رسول اور مومنین بھی مَتیٰ نَصْرُ اللّٰہ کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، اس کی آواز بلند کرتے ہیں۔ بےچین ہو کر ان کے دل سے یہ آواز بلند ہوتی ہے۔ مایوسی کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رحم کو ابھارنے کے لئے، اس کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو مکمل طور پر خدا تعالیٰ کی گود میں ڈالتے ہوئے دعاؤں کو اپنی انتہا تک پہنچاتے ہوئے قربانیوں کے معیار قائم کرتے ہوئے یہ آواز بلند کرتے ہیں۔ تب پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْب کہ سنو! یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے۔ (تذکرہ صفحہ 39 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ) مختلف اوقات میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے قریب ہونے کے نظارے

دیکھے ہیں۔ آپ کو بھی الہاماً یہی فرمایا گیا اور پھر عملاً دیکھا بھی۔ آپؑ نے تو یہ نظارے دیکھے ہی ہیں لیکن ہم نے بھی مختلف وقتوں میں دیکھے ہیں اور دیکھتے رہتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی دیکھتے رہیں گے۔ اس کے اپنے اپنے دائرے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اپنے نظارے دکھاتی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا فتح کی صورت میں آخری عظیم الشان نظارہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہم دیکھیں گے۔ دشمن کے منصوبے بہت خطرناک ہیں۔ دنیاوی نظر سے دیکھیں تو بظاہر خوفناک صورتحال نظر آتی ہے، خاص طور پر مسلمان ممالک اور پاکستان میں تو خصوصی طور پر۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو سب قدرتوں کا مالک ہے وہ خَيْرُ الْمَاكِرِيْن ہے۔ دشمن کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملانے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کے مکر اُن پر الٹائے جائیں گے۔ لیکن ہمیں دعاؤں اور استغفار کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ اپنی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی فتوحات کو سنبھالنے کے لئے بھی ہمیں دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (النصر:4) ۔ کہ پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر اور اس سے مغفرت مانگ۔ پس اس مضمون کو سمجھنے کی ہم سب کو ضرورت ہے۔ اپنی دعاؤں کو انتہا تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔

مَیں نے پہلے بھی اس طرف توجہ دلائی تھی کہ قربانیوں کے مضمون کو تو ہم بہت حد تک سمجھتے ہیں لیکن دعاؤں کی حقیقت کو سمجھنے کی ابھی بہت ضرورت ہے۔ اگر ہم نے ان قربانیوں کے پھل جلد سے جلد حاصل کرنے ہیں تو دعاؤں کے معیاروں کو بلند کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اپنے اندر وہ حالت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (النمل:63) کہ (نیز بتاؤ تو) کون کسی بیکس کی بات سنتا ہے جب وہ اس (خدا) سے دعا کرتا ہے اور (اس کی) تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور وہ تم (دعا کرنے والے انسانوں) کو (ایک دن) ساری زمین کا وارث بنا دے گا۔ کیا (اس قادر مطلق) اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ تم بالکل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ

''یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آ جاوے تو ان باتوں کے واسطے اس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالتِ اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے جیسا کہ فرمایا اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل:63) ''

**(ملفوظات جلد 5 صفحہ 455۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)**

پس ہمیں اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں پہلے سے بڑھ کر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اضطراب پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رحم کو ابھارنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت میں بعض دعاؤں کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو جماعت احمدیہ کی جوبلی کے لئے پہلے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بتائی تھیں۔ پھر بعد میں خلافت جوبلی کے لئے میں نے بتائی تھیں۔ ان کو بھولنا نہیں، نہ کم کرنا ہے۔ ان کو ہمیشہ کرتے رہنا چاہئے۔ مستقل اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا چاہئے اور پھر اپنی نمازوں کو اپنی عبادتوں کو بھی سنوار کر ادا کرنے کی اور اس کا حق ادا کرتے ہوئے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تبھی ہم دعاؤں کا بھی حق ادا کر سکتے ہیں۔

ایم ٹی اے پر تو یہ دعائیں آتی رہتی ہیں لیکن بہر حال یاد دہانی کے طور پر بتا دیتا ہوں۔ ان میں سے پہلے سورۃ فاتحہ ہے، اس کو بہت زیادہ پڑھنا چاہئے۔ درود شریف ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں، اس کا بہت زیادہ ورد کریں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو الہامی دعا سکھائی گئی تھی۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔ **(تذکرہ صفحہ25 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)**

اس کو بہت زیادہ پڑھیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو بولنے کے لحاظ سے زبان پر نہایت ہی ہلکے ہیں لیکن وزن کے لحاظ سے ترازو میں بہت وزنی ہیں اور وہ خدائے رحمان کے بہت ہی پیارے ہیں اور وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ آپ نے فرمایا خدائے رحمان کے بہت پیارے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے رحم کو ابھارنے کے لئے یہ دعا بھی بہت ضروری ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل التسبیح حدیث نمبر 6406)

پھر یہ دعا تھی جو اَب بھی پڑھنی چاہئے کہ رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّاب۔(اٰل عمران:9)

یعنی اے اللہ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا ہونے نہ دینا بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہے اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے بہت عطا کرنے والا ہے۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد خواب دیکھی تھی جس میں آپؑ نے بڑی تاکید فرمائی تھی کہ یہ دعا بہت پڑھا کرو رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا والی۔ حضرت خلیفہ اول کو جب آپ نے یہ خواب سنائی تو حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا کہ میں اب اسے کبھی پڑھنا نہیں چھوڑوں گا۔ بہت زیادہ پڑھوں گا اور یہ فرمایا کہ جہاں اس میں ایمان کی مضبوطی کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا ہے وہاں یہ دعا نظام خلافت سے جڑے رہنے کے لئے بھی بہت بڑی دعا ہے۔

(ماخوذ از تحریرات مبارکہ صفحہ 307-306 شائع کردہ شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ پاکستان)

پھر ایک دعا تھی جس پر بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْن۔(البقرۃ:251)

کہ اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔

پھر اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ کی دعا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس فرماتے تھے تو آپ یہ دعا پڑھتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ کہ اے اللہ! ہم تجھے ان کے سینوں میں ڈالتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔

(سنن ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ باب ما یقول الرجل اذا خاف قومًا حدیث نمبر 1537)

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ۔ کا ترجمہ اے اللہ ہم تجھے ان کے سینوں میں ڈالتے ہیں پوری طرح واضح نہیں ہوتا، سمجھ نہیں آتی اس کا کیا مطلب ہے۔ نحر کے لغوی معنی بتاؤں تو شاید مزید واضح ہو جائے۔ اَلنَّحْرُ کہتے ہیں سینے کے اوپر کے حصہ کو یا سینہ اور گردن کے جوڑ کو اور خاص طور پر اس جگہ جہاں گڑھا ہے اس جگہ کو جو سانس کی نالی کا اوپر کا حصہ ہے۔ یعنی اس کا یہ مطلب بنے گا کہ اے اللہ! تُو ہی ان پر ایسا وار کر جس سے ان کی زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور ہم ان کی شرارتوں سے بچ جائیں۔ تُو ہی ہے جو ان شریروں اور فساد پیدا کرنے والوں اور ظلم کرنے والوں کی طاقت توڑنے والا ہے۔ پس ان کا خاتمہ کر اور ہمیں ان کے شر سے اپنی پناہ میں لے لے۔

پھر جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ استغفار کا بھی فرماتا ہے کہ بہت زیادہ استغفار کرو۔ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ کی دعا ہے۔

پھر اسی طرح کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک خواب کی بنا پر کہا تھا کہ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ (تذکرہ صفحہ 363 ایڈیشن چھارم مطبوعہ ربوہ) کی دعا بہت زیادہ پڑھیں۔

پھر یہ دعا بھی اس میں شامل کریں جو میں نے گزشتہ خطبہ میں بتائی تھی کہ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْن(آل عمران: 148) کہ اے ہمارے رب! ہمارے قصور یعنی کوتاہیاں اور ہمارے اعمال میں ہماری زیادتیاں ہمیں معاف کر اور ہمارے قدموں کو مضبوط کر اور کافر لوگوں کے خلاف ہماری مدد کر۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک الہامی دعا ہے اسے پڑھنے کی بہت ضرورت ہے۔ دشمن اب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہے ہمیں بھی دعائیں کرنی چاہئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا کہ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔ پھر فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِیْقًا یعنی پس پیس ڈال ان کو، خوب پیس ڈالنا۔ فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ اس پیس ڈالنے کو میری طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے۔ اتنے میں میری نظر اس دعا پر پڑی جو ایک سال ہوا بیت الدعا پر لکھی ہوئی ہے اور وہ دعا یہ ہے۔ یَارَبِّ فَاسْمَعْ دُعَآئِیْ وَمَزِّقْ اَعْدَآئَکَ وَ اَعْدَآئِیْ وَاَنْجِزْ وَعْدَکَ وَانْصُرْ عَبْدَکَ وَاَرِنَا اَیَّامَکَ وَشَهِّرْلَنَا حُسَامَکَ وَلَاتَذَرْ مِنَ الْکَافِرِیْنَ شَرِیْرًا۔ کہ اے میرے رب! تو میری

دعا سن اور اپنے دشمن اور میرے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور اپنا وعدہ پورا فرما اور اپنے بندے کی مدد فرما اور ہمیں اپنے دن دکھا اور ہمارے لئے اپنی تلوار سونت لے اور انکار کرنے والوں میں سے کسی شریر کو باقی نہ رکھ۔ (ماخوذ از تذکرہ صفحہ 426 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

پس یہ دعائیں ہیں ان کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

اب اس کے بعد میں آج اپنے ایک انتہائی پیارے، مخلص، باوفا، نافع الناس اور بہت سی خوبیوں کے مالک جن کا نام ڈاکٹر مہدی علی قمر تھا ابن مکرم چوہدری فرزند علی صاحب کا ذکر خیر کروں گا جنہیں 26 رمئی کو ربوہ میں شہید کر دیا گیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ صبح تقریباً پانچ بجے دو نامعلوم موٹر سائیکل سوار آئے جب یہ دارالفضل کے قریب بہشتی مقبرہ کی طرف جا رہے تھے وہاں ان کو فائرنگ کر کے انہوں نے شہید کیا۔

یہ کہتے ہیں کہ مکرم ڈاکٹر مہدی علی صاحب جو ہارٹ سپیشلسٹ تھے اپنی اہلیہ اور بچوں کے ہمراہ دو یوم قبل امریکہ سے وقف عارضی کے لئے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں تشریف لائے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی رہائش بھی وہیں تھی اور 26 رمئی 2014ء کی صبح بعد نماز فجر اہلیہ، ایک بیٹے اور عزیزہ کے ہمراہ بہشتی مقبرہ دعا کے لئے جا رہے تھے۔ کچی سڑک پر بہشتی مقبرے کے گیٹ کے سامنے پہنچے تھے کہ ایک موٹر سائیکل پر سوار دو افراد آئے جنہوں نے آ کر ڈاکٹر صاحب پر فائرنگ کر دی اور فائر کر کے مین روڈ پر سرگودھا کی طرف فرار ہو گئے اور 11 گولیاں فائر کیں جو ان کو لگیں جس سے ڈاکٹر صاحب کی موقع پر ہی شہادت ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب شہید کے خاندان کا تعلق گوکھووال ضلع فیصل آباد سے ہے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے والد مکرم چوہدری فرزند علی صاحب کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے اوائل جوانی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ چوہدری صاحب کی بیعت کے بعد اُن کے بھائی مکرم چوہدری اللہ دتہ صاحب نے بیعت کر لی۔ پھر یہ خاندان ربوہ شفٹ ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب شہید کے نانا مکرم ماسٹر ضیاء الدین صاحب شہید ربوہ کے مکینوں میں پہلے شہید تھے جو 1974ء میں سرگودھا سٹیشن پر فائرنگ سے شہید ہوئے۔ اس وقت ماسٹر ضیاء الدین صاحب محلہ دارالبرکات کے صدر اور تعلیم الاسلام سکول میں استاد بھی تھے۔

ڈاکٹر صاحب شہید 23 ستمبر 1963ء کو ربوہ میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کی پیدائش کے روز حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ قمر الانبیاء کا وصال ہوا۔ اسی مناسبت سے ڈاکٹر صاحب کے والد نے ان کے نام کے ساتھ "قمر" کا لقب لگا دیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے نانا شہید جو تھے انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے نام کا حصہ "بشیر الدین" بھی ساتھ شامل کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب شہید کا پورا نام "مہدی علی بشیر الدین قمر" ہو گیا۔ اور یہی نام ہر جگہ لکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب شہید نے ابتدائی تعلیم ربوہ میں ہی تعلیم الاسلام سکول اور کالج میں لی۔ نہایت ذہین اور ہونہار طلباء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ پھر پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد میں میڈیکل کی تعلیم شروع کی۔ وہاں پڑھائی کے دوران احمدیت کی وجہ سے طلباء نے کافی مخالفت کی۔ کتابیں اور سامان وغیرہ جلا دیا جس کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے واپس ربوہ آ گئے۔ پھر حالات بہتر ہوئے تو دوبارہ جا کر تعلیم شروع کی۔ ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔ پھر 1989ء سے جولائی 91ء تک دو سال فضل عمر ہسپتال ربوہ میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعض ازاں اپنی والدہ کے ساتھ کینیڈا منتقل ہو گئے۔ کینیڈا میں میڈیکل کے امتحانات پاس کرنے کے بعد ہاؤس جاب کیا۔ پھر بروک لن (Brooklyn) یونیورسٹی نیویارک چلے گئے۔ وہاں کارڈیالوجی میں سپیشلائزیشن کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کولمبس اوہایو امریکہ میں آپ نے جاب شروع کیا۔ وہیں پھر مستقل رہائش اختیار کر لی اور طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کے قیام کے بعد جب میں نے ڈاکٹروں کو تحریک کی تو یہ بھی وقف عارضی کے لئے آتے تھے۔ اس سے پہلے بھی دو دفعہ آ چکے تھے۔ اب تیسری دفعہ تشریف لائے تھے۔ جماعتی طور پر مختلف سطح پر ان کو کام کرنے کی توفیق ملی۔ بڑے نرم مزاج، نرم خو اور نرم روشخصیت کے مالک تھے۔ ہر کسی کے ساتھ ہمدرد اور دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ کبھی کسی سے لڑائی جھگڑا یا تنگی ترشی نہیں کی۔ ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ نے بتایا کہ میرے ساتھ بھی بے حد نرم رویہ رکھتے تھے۔ ہر طرح دلداری کرتے۔ غلطیوں کو ہمیشہ نظر انداز کیا۔ کبھی کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔ بچوں کے لئے بڑے شفیق اور مہربان باپ تھے۔ بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ یہ کہتی ہیں کہ مجھے اگر کسی بات پر غُصّہ آ جاتا تو ہمیشہ کہتے غُصّہ نہیں کرتے۔ طبیعت میں عاجزی اور انکساری بہت تھی۔ سسرالی رشتہ داروں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کی خوشدامن نے بتایا کہ مَیں پانچ سال امریکہ جا کے ان کے پاس رہی اور انہوں نے کبھی اونچی آواز سے بات نہیں کی اور ہمیشہ اپنی ماں کی طرح میری عزت و احترام کیا۔ مہمان نوازی ان کا ایک بہت بڑا شیوہ تھا۔ جماعتی تقریبات کے موقع پر اپنے گھر میں مہمان ٹھہرانے کا اہتمام کرتے۔ پھر ائیر پورٹ سے لانے لے

جانے کا کام کرتے۔ غریبوں اور ضرورتمندوں کی کثرت سے امداد کیا کرتے تھے۔ شہید اپنے شعبہ کے علاوہ ادبی ذوق بھی رکھتے تھے۔ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ ان کا مجموعہ کلام 'برگ خیال' کے نام سے طباعت کے مراحل میں ہے۔ اسی طرح کیلیگرافی بھی اچھی کر لیتے تھے۔ ان کا خلافت سے انتہائی گہری محبت اور خلوص کا تعلق تھا اور ہر تحریک پر فوری لبیک کہنے والے تھے۔ بڑھ چڑھ کر چندہ دیتے تھے۔ کولمبس کی مسجد کی تعمیر میں بھی ایک بہت خطیر رقم انہوں نے پیش کی۔ اس کی زیبائش اور آرائش کا کام بھی کیا۔ اسی طرح اپنے آبائی محلّہ دارالرحمت غربی ربوہ کی مسجد کے لئے بھی بڑی رقم دی۔ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کے لئے بھی عطیات کی فراہمی میں پیش پیش رہتے تھے۔ دعوت الی اللہ کا جنون کی حد تک ان کو شوق تھا اور دینی مطالعہ بھی اللہ کے فضل سے کافی تھا۔ یوٹیوب پر غیر احمدیوں اور معترضوں کے اعتراضوں کے مؤثر جواب دینے میں مستعد تھے۔ ان کے لواحقین میں اہلیہ محترمہ وجیہہ مہدی اور تین بیٹے عزیزم عبداللہ علی عمر پندرہ سال، ہاشم علی عمر سات سال اور عزیزم اشعر علی عمر تین سال ہیں۔ ان کا یہ چھوٹا بچہ اس وقت ساتھ ہی تھا جب ان کو گولیاں ماری گئیں۔

ان کی شاعری کی بات کی تھی تو وہ نمونۃً میں بتا دوں۔ 28/مارچ 2014ء کو انہوں نے جو اپنی آخری نظم کہی اس کے دو تین شعر یہ ہیں۔

موت کے رو برو کریں گے ہم
زندگی کے حصول کی باتیں

نہ مٹا پائے گا یزید کوئی
حق ہیں ابن بتول کی باتیں

سب فنا ہو گا پر رہیں گی تمام
باقی اللہ رسول کی باتیں

پھر ایک ان کا پرانا شعر پہلے کا بھی ہے کہ

اللہ تیری راہ میں یہی آرزو ہے اپنی
اے کاش کام آئے خون جگر ہمارا

پھر اپنی شاعری میں 'نور استخلاف' کے نام سے ایک نظم ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ

رحمت حق نے پلایا ہے یوں جام زندگی
کہ بندھا اپنا خلافت سے نظام زندگی

رشک ہے شمس و قمر کو نور استخلاف پر
ابلیس کے چیلوں پہ ہے تاریک شام زندگی

ہادی علی صاحب جو ہمارے مبلغ سلسلہ ہیں یہاں بھی بڑا لمبا عرصہ رہے ہیں، ڈاکٹر صاحب ان کے چھوٹے بھائی تھے اور جس طرح ہادی علی صاحب کیلیگرافی کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب کو بھی اسی طرح کیلیگرافی کا بڑا شوق تھا، لکھا کرتے تھے۔ ہادی علی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی بہت ہی غیر معمولی انسان تھے۔ ان کی جدائی سارے خاندان کے لئے گویا ایک بہت بڑا صدمہ ہے مگر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا خاندان اللہ تعالیٰ کی رضا پر صدق دل سے راضی اور صابر اور شاکر ہے۔ مہدی علی شہید کی ای میلز پر اس طرح کے فقرے لکھے ہوتے تھے کہ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ:84)۔ ان کی ہمشیرہ کہتی ہیں کہ بچپن سے ہی بہت پیاری مدبرانہ اور بزرگ طبیعت کے مالک تھے۔ فضولیات سے ہمیشہ بچتے۔ نہایت شوق اور باقاعدگی سے نماز ادا کرتے۔ بچپن سے ہی ذیلی تنظیم کے فعال رکن تھے۔ جب طفل تھے تو صبح نماز فجر سے پہلے لوگوں کو جگانے کے لئے صَلِّ عَلٰی کیا کرتے تھے۔ بچپن سے ہی مطالعہ کا شوق تھا اور جماعتی کتب کا مطالعہ بہت کم سنی سے شروع کر دیا تھا۔

اکثر بزرگ جو آپ کے محلے میں رہتے تھے آپ ان سے استفادہ کیا کرتے تھے، اُن کے پاس جایا کرتے تھے۔ ان میں مولانا عبداللطیف بہاولپوری صاحب، اسی طرح صوفی بشارت الرحمٰن صاحب، مولانا ابوالعطاء صاحب وغیرہ شامل ہیں۔ ان کو ربوہ سے ایک خاص محبت تھی جو ساری زندگی آپ کے دل میں رہی یہاں تک کہ اپنی جان بھی اسی سرزمین ربوہ میں اپنے خدا کے حضور پیش کی۔ والدین کی خواہش پر ڈاکٹر بنے اور بہت پائے کے ڈاکٹر بنے اور کئی اعزازات حاصل کئے۔ یہ معمولی ڈاکٹر بھی نہیں تھے۔ طبیعت میں بہت ٹھہراؤ تھا۔ کبھی وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ علم کی جستجو رہی۔ بچوں کی بھی بہت اعلیٰ تربیت کی۔ مصروف الاوقات ہونے کے باوجود اپنی بیوی بچوں کے لئے وقت نکالتے۔ اپنے بچوں کو قرآن کریم بھی انہوں نے خود سکھایا اور پڑھایا۔ یہاں ہمارے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی ہمیں وقت نہیں ملتا۔ دوسروں کے معاملے میں عفو سے کام لینے والے۔ خود تکالیف برداشت کر لیتے تھے اور پوچھنے پر یہی بتاتے تھے کہ اللہ کی رضا کی خاطر کر رہا ہوں۔ ان کے ایک دوست ڈاکٹر محمود کہتے ہیں کہ ہم

میڈیکل کالج میں روم میٹ تھے وہاں دیکھنے کا موقع ملا۔صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور میرے سے سینئر تھے اس لئے کوئی غلط کام دیکھتے تو بڑے پیار سے رہنمائی بھی فرماتے تھے۔خدمت خلق کا جذبہ ہمیشہ غالب رہا۔

ربوہ کا پہلا بلڈ بنک بھی ڈاکٹر مہدی علی شہید اور ڈاکٹر سلطان مبشر اور ڈاکٹر محمود صاحب نے شروع کیا لیکن اس میں زیادہ کوشش ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی تھی۔اب یہ بلڈ بنک اللہ تعالیٰ کے فضل سے اردگرد کے لوگوں کو بھی جب بھی خون کی ضرورت پڑے،خون مہیا کرتا ہے۔

ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ شہید نہایت عاجز اور منکسر المزاج طبیعت کے مالک تھے۔ہمیشہ چہرے پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔ابھی کچھ دن ہوئے مجھے مل کے گئے تھے۔جب سے ان کی شہادت کی خبر ملی ہے وہی مسکراتا چہرہ بار بار سامنے آ جاتا ہے۔بڑا پرسکون چہرہ تھا اور جیسا کہ بعض لکھنے والوں نے لکھا ہے شہادت کے وقت بھی جو اُن کی تصویر دیکھی ہے سینہ خون سے بھرا ہوا ہے لیکن لگتا ہے بڑے پرسکون انداز میں سوئے ہوئے ہیں۔

عبدالسلام ملک صاحب جو کولمبس جماعت کے صدر ہیں کہتے ہیں کہ ڈاکٹر مہدی علی صاحب ہماری جماعت میں دس سال قبل آئے تھے اور شروع سے ہی ہماری لوکل عاملہ کے فعال رکن تھے۔جماعت کی اطاعت کا بھرپور جذبہ ان کی ذات میں ودیعت تھا۔کبھی کسی بات پر argument نہیں کرتے تھے۔ہمیشہ خندہ پیشانی سے ہر بات قبول کرتے۔کبھی یہ نہ کہتے کہ یہ کام نہیں ہوسکتا۔جب بھی کوئی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی ہمیشہ اسے عمدگی سے نبھایا۔

خلافت سے ایک والہانہ رنگ میں عشق تھا اور جب میں 2012ء میں وہاں کولمبس امریکہ کے دورے پر گیا ہوں تو رات بھر جاگ کر مسجد کی آرائش اور خطاطی کا کام کرتے رہے۔کئی بینر لگائے اور ان کے بھائی ہادی صاحب بھی ساتھ تھے اور رات بھر مسجد میں کام کرنے کے بعد صبح اپنے ہسپتال کی ڈیوٹی بھی پوری نبھائی۔اور پھر یہ کہ مسجد کی سجاوٹ پر جو بھی خرچ ہوا انہوں نے ہمیشہ اپنی جیب سے ادا کیا۔اور جب مسجد میں کام کر رہے ہوتے تھے تو کوئی یہ نہیں سمجھتا تھا کہ آپ اتنے بڑے ڈاکٹر ہیں۔نہایت سادگی سے اپنی خدمت کر رہے ہوتے تھے۔مالی قربانی میں صف اول میں رہے۔عبدالسلام ملک صاحب بھی ڈاکٹر ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ مجھے بھی کام کرنے کا موقع ملا۔کئی دفعہ ایسا ہو جاتا کہ آپ کی کامیابی کو دیکھ کر بعض دوسرے لوگ حسد کی بنا پر مشکلات کھڑی کرتے تھے۔آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ان مشکلات کا سامنا کرتے۔کبھی آپ کو میں نے غصے میں نہیں دیکھا۔ہمیشہ ہی پرسکون اور مسکراتے ہوئے پایا۔اور یہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں کیا ضرورت ہے پریشان ہونے کی۔خلیفۂ وقت کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں کوئی فکر کی بات نہیں۔جیسا کہ مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں یہاں آئے چند دن رہے اور بڑے خوش تھے۔جا کے دوستوں کو بتایا کہ مَیں مل کے آیا ہوں۔میٹنگ کی باتیں کیں۔

یہ ایک لکھنے والے لکھتے ہیں کہ آپ کی ای میل پر یہ بھی لکھا ہوتا تھا کہ اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کرو جو تم دوسروں میں دیکھنا چاہتے ہو اور خود اس کی زندہ مثال تھے۔

ڈاکٹر نوری صاحب جو ربوہ میں طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں ہمارے ڈاکٹر ہیں کہتے ہیں ڈاکٹر مہدی علی صاحب مریضوں میں بے حد مقبول تھے۔غریب اور نادار مریض آپ کے پاس بہت خوشی اور امید سے علاج کے لئے آتے تھے۔ذاتی دلچسپی اور توجہ سے ہر مریض کو دیکھتے۔طبیعت میں انتہائی سادگی تھی۔لباس اتنا سادہ ہوتا کہ ان کو مریضوں کے درمیان دیکھ کر پہچاننا مشکل ہوتا تھا۔طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں خدمت کے لئے اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر اور بغیر کسی تکلف کے پیش کیا۔ارادے کے بہت پکے تھے۔بے لوث خدمت خلق کے لئے ان کا اس ہسپتال میں آتے رہنا اپنے پیشہ کے ساتھ پر خلوص وابستگی کا ثبوت ہے۔انتہائی عاجز انسان تھے۔حافظہ کمال کا تھا۔قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ساتھ شاعری اور کیلیگرافی میں بھی دلچسپی تھی۔

ہمارے ہاں مبارک صدیقی صاحب جو ہیں وہ بھی ان کے کلاس فیلو تھے۔کہتے ہیں کہ مہدی علی بچپن سے ہی مومنانہ صفات کے حامل خوبصورت اور ذہین انسان تھے۔جماعت احمدیہ کے جان نثار خادم اور خلافت سے از حد پیار کرنے والے تھے۔علم اور مالی فراخی میں ہمیشہ ہم سے بہت آگے ہونے کے باوجود انتہائی حلیم اور عاجز قسم کے انسان تھے۔کہتے ہیں کہ سکول کے زمانے میں بعض اوقات میرے پاس کورس کی ساری کتابیں نہیں ہوتی تھیں تو یہ مجھے کہتے کہ آدھا دن کتاب میں نے پڑھ لی ہے اب آدھا دن کتاب تم پڑھ لو۔حتیٰ کہ بعض اوقات عین اس وقت جب اگلے روز امتحان ہوتا تھا آپ جلدی جلدی کتاب

پڑھ کر مجھے پکڑا جاتے کہ اب باقی دن تم پڑھ لو۔ اس کے باوجود بھی آپ زیادہ تر اول پوزیشن ہی حاصل کرتے تھے۔ گزشتہ دنوں جب لندن آئے تھے تو میں نے کہا امریکہ کے ایک بڑے سرجن بن گئے ہیں تو اب کسی اچھے ریسٹورنٹ میں لے کے چلتے ہیں۔ کہنے لگے میں وہی عاجز انسان ہوں۔ کسی غریب سے ہوٹل میں چلے جائیں وہیں کھانا کھالیں گے۔ کبھی آپ کے منہ سے غیر شائستہ لفظ نہیں سنا۔ نظام جماعت کے بارے میں بڑی غیرت رکھتے تھے اور کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپ کے سامنے کسی چھوٹے سے چھوٹے جماعتی عہدیدار کے خلاف بھی کوئی بات کر سکے۔ ایک مثالی احمدی تھے۔ غریب دوستوں کی مالی مدد کرتے تھے لیکن ایسے رنگ میں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

ان کے ایک دوست ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کی آواز نہایت رسیلی اور دلکش اور دلربا تھی۔ تلاوت اور تقریر کے مقابلوں میں بچپن سے ہی حصہ لیا کرتے تھے۔ ہمیشہ اچھی پوزیشن لیتے رہے۔ کہتے ہیں حضرت مصلح موعود کے چند شعر اکثر پڑھا کرتے تھے جو ابھی بھی ان کی شہادت کے بعد میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے وہ شعر یہ ہیں کہ

عبث ہیں باغ احمد کی تباہی کی یہ تدبیریں
چھپی بیٹھی ہیں تیری راہ میں مولیٰ کی تقدیریں
بھلا مومن کو قاتل ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے
نگاہیں اس کی بجلی ہیں تو آہیں اس کی شمشیریں
تیری تقصیریں خود ہی تجھ کو لے ڈوبیں گی اے ظالم
لپٹ جائیں گی تیرے پاؤں میں وہ بن کے زنجیریں

(کلام محمود صفحہ 282 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پھر ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ غریبوں کا بہت خیال رکھنے والے تھے۔ گزشتہ سال آئے تو بنک اکاؤنٹ کھلوا کے مجھے بتایا کہ میں نے یہاں پیسے جمع کروا دیئے ہیں ان سے ضرورتمندوں کی مدد کر دیا کرو۔ ایک دن فون آیا کہ فلاں جماعت کا سابق کارکن ہے۔ اب وہ کارکن نہیں اور ان کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ وہ مکان بنا رہے ہیں تو ان کو ایک لاکھ روپیہ دے دو۔ اسی طرح یہ بھی کہا کہ اگر کوئی سٹوڈنٹ جو میڈیکل کالج میں پڑھنا چاہے تو میں اس کا سارا خرچہ دوں گا۔

ان کے ایک دوست حافظ عبدالقدوس نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب فضل عمر ہسپتال میں تھے تو ایک دن دوپہر کو ان کے گھر تشریف لائے اور بتایا کہ یہ لاوارث مریض ہے اسے ایک بوتل خون تو میں نے دے دی ہے، ایک کی مزید ضرورت ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ دیں۔

طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ کے لئے سامان وغیرہ بھیجتے رہتے تھے۔ جو Stent وغیرہ آپریشن کے لئے ڈالتے ہیں اور کہتے تھے ہسپتال کی خدمت کر کے مجھے بڑا فخر ہے۔ پھر یہ بھی چاہتے تھے کہ ربوہ میں مکان بناؤں تا کہ جماعت کی رہائش پر بوجھ نہ بنوں۔ بچوں کی تربیت کے بارے میں بھی ان کو تسلی تھی۔ باوجود امریکہ میں رہتے ہوئے اللہ کے فضل سے اچھی تربیت ہو رہی ہے کیونکہ خود ذاتی طور پر توجہ دیتے تھے۔

ان کے ایک دوست کہتے ہیں کہ ہمارا بڑا پیارا بھائیوں جیسا تعلق تھا۔ اس سال ہفتہ کی رات کو ربوہ پہنچے تو فوراً آنے کو کہا۔ رات کے دس بجے تھے۔ میں نے آرام کرنے کو کہا مگر انہوں نے کہا کہ نہیں ابھی آ و۔ خیر ملاقات ہوئی۔ بہت پیار سے ایک جدید سٹیتھوسکوپ کا تحفہ پیش کیا جسے خاص طور پر لائے تھے اور پھر نمازوں کے بارے میں قبلے کا رخ وغیرہ پوچھا۔ کہتے ہیں رات کو ملاقات ہوئی۔ سوا گیارہ بجے تک گفتگو ہوتی رہی۔ میں سوا گیارہ بجے اٹھ کے آ گیا اور خدا حافظ کہہ کے رخصت کیا اور چند گھنٹوں کے بعد ہی صبح جب بہشتی مقبرے گئے تو وہیں جام شہادت نوش کیا۔

Dawn اخبار کی ویب سائٹ پر ڈاکٹر صاحب کی شہادت پر جماعت احمدیہ کی مخالفت کا پس منظر بیان کر کے یوں ذکر کیا گیا ہے کہ

ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب کوئی عام ڈاکٹر نہیں تھے۔ انہوں نے امریکن کالج آف کارڈیالوجی سے ینگ انوسٹی گیٹر (young investigator) کا ایوارڈ حاصل کیا اور سال 2003ء اور 2004ء میں امریکہ کے بہترین فزیشنز میں ان کا شمار ہوا۔ اس کے علاوہ سال 2005ء، 2006ء، 2007ء میں مسلسل تین سال تک اور 2009ء، 2010ء، 2011ء اور 2012ء میں مسلسل چار سال تک امریکہ کے بہترین کارڈیالوجسٹ میں ان کا شمار ہوا۔ نیز انہیں امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کی جانب سے فزیشن ریکگنیشن (recognition) کا بھی ایوارڈ ملا۔ پھر اخبار والے یہ لکھتے ہیں کہ میں نے انٹرنیٹ پر مہدی صاحب کے ایک پروفائل پر ان کی مسکراتی ہوئی روشن تصویر دیکھی جس کے ساتھ ان کے یہ الفاظ لکھے تھے کہ میں اعلیٰ ترین پیشہ وارانہ معیار کو قائم رکھتے ہوئے مریض کی بہترین دیکھ بھال پر یقین رکھتا ہوں تا کہ ان اداروں کی ترقی میں معاون ثابت ہوسکوں جن سے مَیں وابستہ ہوں۔ میری ترجیح پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کو قابلیت، سچائی اور دیانت داری سے نبھانا ہے اور یقیناً

قابلیت، سچائی اور دیانت داری سے انہوں نے یہ سب نبھایا۔

پھر آخر میں لکھنے والے نے لکھا کہ ڈاکٹر مہدی علی قمر! میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو بچا نہیں سکا لیکن میں نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ مَیں نے اپنی سلامتی خطرے میں ڈال دی ہے تا کہ کل میں ایسے نہ مروں کہ میری آواز نہ سنی گئی ہو۔

پھر پاکستان، امریکہ، کینیڈا، برطانیہ اور دنیا کے متعدد اخباروں اور نیوز چینلز نے اس نہایت بہیمانہ قتل اور انسانیت سوز فعل کی سخت مذمت کی ہے۔ اب تک ان اخباروں اور دیگر ذرائع ابلاغ کی تعداد تیس سے زیادہ ہے جن میں خبریں شائع ہوئی ہیں۔ جس میں National Post Canada، The star، Canada، CBC News Canada، Global News، CNN، U.S.A Today، New York Times، Washington Post، Columbus Dispath، The Wall Street Gournal (اور یہ بہت بڑا مشہور اخبار ہے)، The Express Tribune، Washington Times، The Stragetic Intelligence، Daily Mail، BBC Urdu، الجزیرۃ، ڈان وغیرہ۔ ان تمام تر اخباروں اور ذرائع ابلاغ میں جہاں ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب شہید کے بہیمانہ قتل کی مذمت کی گئی ہے وہیں جماعت احمدیہ کے تعارف اور پچھلی کئی دہائیوں سے ہونے والے جبر و تشدد کا بھی انتہائی تفصیل سے ذکر موجود ہے۔ ان تمام تر اخباروں اور دوسرے میڈیا نے جماعت احمدیہ کا تعارف کرواتے ہوئے جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نام اور دعویٰ نبوت اور مسیحیت کا ذکر کیا ہے وہیں اس امر کا بھی ذکر کیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک امن پسند جماعت ہے جو جہاد کے نام پر مظلوموں کو قتل کرنے کی مذمت کرتی ہے۔ اسی طرح بعض اخباروں نے جماعت کے فلاحی کاموں کو بھی سراہا۔ پس یہ جان دے کر بھی تبلیغ کے نئے سے نئے راستے کھول گئے اور دنیا کو متعارف کروا گئے۔

وَال سٹریٹ جنرل امریکہ کا مشہور اخبار ہے، دنیا میں کئی جگہ چھپتا ہے۔ اس کے تجزیہ نگار نے شہادت کے واقعہ، جماعت احمدیہ کا تعارف اور جماعت کے خلاف ہونے والے مظالم کا ذکر کرنے کے بعد ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی چیئرپرسن صاحبہ کا تجزیہ پیش کیا کہ گو پاکستان میں تمام تر اقلیتیں ہی مظالم کا شکار ہیں مگر جماعت احمدیہ سخت ترین ظلموں کا شکار ہے۔ پاکستان کی کئی لوکل اخباریں احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیز خبریں شائع کرتی رہتی ہیں۔ اگر مسیحی برادری کے خلاف دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو ملک کے وزیر اعظم خود اظہار افسوس کرنے اور متاثرین سے ملنے جاتے ہیں مگر احمدیوں کے حق میں کوئی کھڑا ہونے والا نہیں۔ (احمدیوں کے حق میں خدا کھڑا ہوتا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔)

تجزیہ نگار نے شہید کے ایک ساتھی ڈاکٹر شنتانو سنہا کا بھی انٹرویو شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر سنہا نے شہید مرحوم کے متعلق کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں ان سے زیادہ دیانتدار اور خوش اخلاق شخص نہیں دیکھا۔ آپ کے جسم میں ایک بھی شر پسند ذرہ نہ تھا۔ آپ بہت زیادہ خدمت خلق کرنے والے شخص تھے اور گو کہ آپ جانتے تھے کہ آپ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آ سکتا ہے مگر اس کے باوجود خدمت خلق کے لئے پاکستان گئے۔ میں بس اس قدر چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ کس طرح ایک انتہائی بااخلاق انسان جو انسانیت کی خدمت کرنے کے لئے گیا ہوا تھا اس کو انتہائی بہیمانہ انداز میں قتل کر دیا گیا۔ پھر آخر میں پولیس انسپکٹر کی طرف سے صرف اس قدر بات درج کی ہے کہ پولیس والوں نے کہا ہم کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے اور ایک پولیس اہلکار کا یہ بیان ہے کہ ہم اکثر ایسے پمفلٹ دیکھتے رہتے ہیں جن میں ربوہ کے اس ہسپتال اور یہاں علاج کروانے کی مخالفت کی جاتی ہے اور غالباً یہ قتل بھی اسی سے متعلق ہے۔

اسی طرح الجزیرۃ کے ایک تجزیہ نگار نے بھی یہی لکھا ہے کہ اکثر احمدیوں کے خلاف ظلم اور تشدد کی خبریں ملتی رہتی ہیں اور مجرم یہ ظلم اس تسلی کے ساتھ کرتے ہیں کہ حکومت انہیں سزا دینے کے لئے کچھ نہیں کرے گی۔

واشنگٹن پوسٹ میں بھی شہادت کی خبر شائع ہوئی اور اسی طرح لکھا کہ جرم اس لئے ہو رہے ہیں کہ پتا ہے کچھ نہیں ہونا۔

پھر لنکا سٹر ایگل گزٹ (Lancaster Eagle Gazette) جو کہ اس علاقے کا اخبار ہے جہاں ڈاکٹر صاحب خدمت انجام دے رہے تھے۔ اس اخبار نے ایک تفصیلی مضمون مرحوم کی شہادت پر شائع کیا جس میں مرحوم کے ساتھ کام کرنے والوں کے تاثرات بھی درج کئے گئے۔ کیلی موریسن جو وہاں کارڈیو ویسکولر بزنس ڈیولپمنٹ کے مینیجر ہیں انہوں نے کہا کہ یہ ایک انتہائی افسوسناک وقت ہے اور یہاں ہسپتال میں ہر ایک کی آنکھ آنسوؤں سے تر ہے۔ پھر تجزیہ نگار نے اس امر کا بھی اظہار کیا کہ مرحوم گورڈن بی سنائڈر (Gordon B. Snider) کارڈیو ویسکولر انسٹی ٹیوٹ کے بانی ڈاکٹروں میں سے تھے اور انہیں 2013ء

میں عظیم الشان خدمت خلق یعنی لیجنڈری فلنتھر اپسٹ کا اعزاز بھی ملا تھا۔

نامہ نگار نے لکھا ہے کہ مرحوم کی وفات سے نہ صرف جماعت احمدیہ کے افراد بلکہ کمیونٹی کا ہر فرد متاثر ہوا ہے۔ ان کے مریض بھی اخباروں میں ان کی بڑی تعریفیں کر رہے ہیں۔ کولمبس ڈِسپیچ نے اپنی خبر میں مرحوم کے بڑے بیٹے کا انٹرویو لیا۔ یہ لکھتا ہے کہ سولہ سالہ عبداللہ علی سے جب پوچھا گیا کہ وہ اپنے والد صاحب کے اس طرح قتل کئے جانے پر کیسا محسوس کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ I am disappointed. نامہ نگار نے اس جواب کو پسند کرتے ہوئے خاص طور پر ذکر کیا کہ اس بچے کے دل میں غصہ یا انتقام کا جذبہ نہیں۔

Fox 28 Columbus نے بھی مرحوم کی شہادت کا ذکر کیا اور مرحوم کے بڑے صاحبزادے عبداللہ علی کا انٹرویو بھی شائع کیا جس میں انہوں نے کہا کہ میرے والد صاحب ایک عظیم شخص تھے اور مجھے یقین ہے کہ اگر قاتل کچھ دیر رک کر آپ سے بات کرتے تو یقیناً آپ ان کی زندگی میں بھی کوئی مثبت تبدیلی لے آتے۔ انہوں نے یہ قتل صرف ایک ایسی جماعت کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا ہے جن کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔ اور یہی حالت ہے۔ مولویوں نے صرف زہر بھر دیا ہے۔ خود ان کو پتا ہی نہیں کہ کیا ہے کیا نہیں؟

بی بی سی اردو نے بھی مرحوم کی شہادت اور احمدیوں کے خلاف ظلم و ستم کا ذکر کیا نیز طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ کے خلاف چھپنے والے پمفلٹ کا عکس بھی شائع کیا جس میں لکھا ہوا ہے کہ طاہر ہارٹ میں علاج کروانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ نیز احمدیوں سے تعلق رکھنے والا خود بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بہر حال یہ شہید تو اپنی زندگی میں بھی کامیابیاں دیکھتا رہا اور مخلوق خدا کی خدمت کرتا رہا اور موت بھی ایسی پائی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے دائمی زندگی دے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس پیارے بھائی کو جنت میں اعلیٰ درجے عطا فرمائے۔ لحہ لحہ ان کے درجات کی بلندی ہوتی رہے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں اس کو جگہ دے۔ ان کے بیوی بچوں کو بھی اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ڈاکٹر صاحب شہید کی تمام نیک خواہشات اور دعائیں جو انہوں نے اپنے بچوں کے لئے کیں، انہیں قبول فرمائے۔

جیسا کہ مَیں بتا آیا ہوں کہ ہماری ترقیات اور دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے سب سے بڑا ہتھیار ہمارے پاس دعاؤں ہی کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ ظاہری سامان کی طرف بھی توجہ دلائی ہے وہ بھی ساتھ ساتھ ہونے چاہئیں جس حد تک ہو سکتا ہے۔ اس لئے ربوہ میں اس واقعہ کے بعد اب ربوہ میں انتظامیہ کو بھی پہلے سے زیادہ چوکس اور ہشیار ہونے کی ضرورت ہے۔ اپنی تدبیروں اور وسائل کو انتہا تک پہنچائیں پھر معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑیں اور پھر ربوہ کے ہر شہری کو بھی چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ اس پیارے شہید نے ربوہ کی زمین پر اپنا خون بہا کر ہمیں دعاؤں اور تدبیروں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پس اس طرف بہت توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کے احمدی بھی پاکستانی احمدیوں کے لئے بہت دعائیں کریں کیونکہ وہ انتہائی ناقابل برداشت حالات میں اب رہ رہے ہیں اور یہ جو حالات ہیں یہ شدت اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ اب تو پورا ملک ہی ظلموں کی داستان بن کے رہ گیا ہے۔ کچھ دن ہوئے ہائیکورٹ کے اندر پتھر مار مار کر ایک عورت کو مار دیا۔ روزانہ وہاں قتل و غارت ہو رہی ہے اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ ایک احمدی کو شہید کیا تو اس کا بدلہ یہ ظلم اور یہ سب کچھ ہے۔ جب یہ ظلم کیا گیا تو سرکاری اہلکار بھی وہاں یقیناً موجود ہوں گے، پولیس بھی موجود ہو گی ان کے سامنے ہوا۔ اور پاکستان میں ہر ایک یہ جو ظلم ہو رہا ہے وہ اللہ اور رسول کے نام پر ہو رہا ہے۔ اس رسول کے نام پر ہو رہا ہے جو محسن انسانیت ہے۔ اس رسول کے نام پر ہو رہا ہے جو رحمۃ للعالمین ہے۔ پس ہمارے دل اس بات سے زخمی اور چھلنی ہوتے ہیں کہ اگر ظلم کرنے ہیں تو کم از کم اللہ اور رسول کے نام پر ظلم تو نہ کرو۔ اس محسن انسانیت اور رحمۃ للعالمین کے نام پر ظلم تو نہ کرو۔ اسلام کو بدنام تو نہ کرو۔ لیکن یہ ان کو سمجھ نہیں آتی اور ان کو پتا نہیں ہے یہ کس طرف جا رہے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر چلے گی اور انشاء اللہ ضرور چلے گی تو ان کے نام و نشان مٹ جائیں گے۔ نہ ظلم کرنے والے رہیں گے اور نہ ظلم کی پشت پناہی کرنے والے رہیں گے۔ پس ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں، بہت دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ عوام الناس کو بھی علماء کے چنگل سے نکالے اور یہ حقیقت کو سمجھیں اور زمانے کے امام کو پہچاننے والے ہوں۔

نماز جمعہ کے بعد میں انشاء اللہ شہید مرحوم کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

☆☆☆

# جواب دو پاکستان

عدیل احمد عامر

پیر کی صبح دفتر سے نکلنے سے پہلے حسب معمول میں اپنا ٹویٹر چیک کر رہا تھا کہ ایک ٹویٹ پر نظر پڑی۔ ایک سو چالیس حروف میں لکھی ایک خوفناک عبارت اور ایک خون میں لت پت تصویر ایک عجیب کہانی سنا رہی تھی۔

ٹویٹ کچھ یوں تھی: "احمدیہ مسلک سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر مہدی علی قمر کو علی الصبح چناب نگر (ربوہ) میں انکی بیوی اور بچے کی آنکھوں کے سامنے گولیاں مار مار کر قتل کر دیا گیا"

ٹویٹ کے ساتھ ہی ایک شخص کی تصویر تھی جسکی سفید قمیص خون سے تر تھی مگر چہرے پر ایک عجیب سا سکون تھا۔ ایک طمانیت تھی۔ دفتر پہنچتے ہی میں نے خبر کی تفصیلات تلاش کرنے کی کوشش کی پر بے سود، چند ٹویٹس کے سوا کچھ نہ ملا۔ تمام اخبارات جناب نواز شریف کے دورہ ہندوستان اور نریندرا مودی کی حلف برداری پر توجہ مرکوز کئے ہوئے تھے، اب اتنی اہم خبر کے مقابلے میں ظاہر ہے یہ معمول کا خون خرابہ اتنا اہم تھا بھی نہیں۔ لیکن شاید اس عورت کیلئے یہی خبر سب سے اہم تھی جس کی آنکھوں کے سامنے اس کے شوہر کو گیارہ گولیاں مار کر قتل کر دیا گیا اس بچے کے لئے جس کی آنکھوں کے سامنے اس کا باپ خاک و خوں میں لت پت پڑا تھا وہ بچہ جسے شاید مذہب، مسلک اور فرقے کا پتا بھی نہ ہو۔

سارا دن ایسے ہی سوال میرے ذہن میں گھومتے رہے، دن گزرنے کے ساتھ کچھ مزید تفصیلات سامنے آئیں، ڈاکٹر مہدی قمر امریکی ریاست اوہائیو کے شہر کولمبس میں کارڈیالوجسٹ تھے اور پاکستان میں انسانی ہمدردی کی بنا پر رضا کارانہ طور پر چناب نگر کے ایک ہسپتال (طاہر ہارٹ سنٹر) میں کام کرنے کی غرض سے آئے تھے۔

اس ہسپتال کے بارے میں پہلے ہی مختلف اوقات میں فتوے جاری کئے جا چکے ہیں کہ یہاں علاج کروانا شریعت کی رُو سے حرام ہے اور نفرت انگیز لٹریچر میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ یہاں علاج کروانا کفر کے زمرے میں آتا ہے۔

ڈاکٹر مہدی امریکہ میں اوہائیو کے شہر کولمبس میں رہائش پذیر تھے اور وہیں پریکٹس بھی کرتے تھے۔ کولمبس ایک خوبصورت اور پُر امن شہر ہے، مجھے سن دو ہزار بارہ میں کچھ ہفتے وہاں رہنے کا اتفاق ہوا اور اوہائیو یونیورسٹی میں ہی ایک کورس کرنے کا موقع بھی ملا۔ ڈاکٹر مہدی بھی اسی یونیورسٹی سے منسلک تھے۔ میں سارا دن یہی سوچتا رہا کہ ایسا کیا تھا جو انہیں پاکستان لے آیا؟

اسکا جواب تو شاید وہی شخص دے سکتا تھا لیکن جب ایک دوست جو اِن حالات پر جلتا کڑھتا رہتا ہے اس سے ذکر کیا تو اس نے جل کر جواب دیا "اچھا ہوا کس نے کہا تھا یہاں آ، یہ قوم اس قابل نہیں کہ ان سے ہمدردی کی جائے! یہاں پولیو کے قطرے پلانے والوں کو نہیں بخشتے اور تو ڈاکٹر کی بات کر رہا ہے اور وہ بھی ---"

میں اسکی تلخ باتیں مزید نہیں سننا چاہتا تھا اس لئے چپ سادھ لی اور وہ بولتا رہا۔ ذہن میں ایک عجیب سی فلم چل رہی تھی جس کا فیتا بار بار ایک خون میں لت پت تصویر پر آ کر ٹوٹ جاتا تھا اور ہر بار ڈاکٹر مہدی کے لنکڈ ان پروفائل پر لکھے شارٹ بائیو کے یہ الفاظ تارے بن کر میری آنکھوں کے سامنے ناچنے لگتے

"I believe in delivering the best possible patient care, maintaining the highest professional standards, contributing to the progress of the institutions I am affiliated with. My first priority is to deliver my professional responsibilities with competency, honesty and integrity."

بار بار ایک سوال میرے دماغ کو جھنجھوڑ رہا تھا کہ ہم من حیث القوم کہاں جا رہے ہیں؟ عدم برداشت اور مذہبی منافرت کا ناسور ہمارے رگ و پے میں اس حد تک

سرایت کر چکا ہے کہ اب اس میں سے بو آنے لگی ہے اور اسکے تعفن سے اب دم گھٹنے سا لگا ہے۔ سوچ سوچ کر دماغ کی رگیں تن جاتی ہیں کہ آنے والی نسلوں کے لئے ہم کیسا پاکستان چھوڑے جا رہے ہیں؟ اور کیا ہماری آئندہ آنے والی نسلیں بھی آج کی بوئی ہوئی نفرتوں کی فصل کاٹیں گی؟

یہ واقعہ اور اس جیسے دوسرے واقعات دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔۔اب تو بولنے سے بھی ڈر لگتا ہے۔۔۔قلم اٹھانے سے بھی ڈر لگتا ہے۔۔۔بچوں کو پولیو ویکسین پلانے سے بھی ڈر لگتا ہے۔۔۔کسی سے ہمدردی کرنے سے ڈر لگتا ہے۔۔۔گھر سے باہر نکلنے سے ڈر لگتا ہے اور تو اور اب تو ٹی وی چینلز دیکھنے سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں فتویٰ نہ لگ جائے اور کہیں ہماری کہانی بھی ٹویٹر کے ایک سو چالیس کیریکٹرز میں نہ سما جائے۔

شام گھر واپس آیا تو عجیب سی حالت تھی، اپنے دونوں بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے بار بار ایک ان دیکھے بچے کا چہرہ نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا جو اپنے باپ کی لاش کے پاس کھڑا ہے جس کی ماں دھاڑیں مار مار کر رو رہی ہے اور اس بچے کو سمجھ نہیں آ رہا کہ یہ ہوا کیا ہے؟ وہ کبھی اپنی ماں کی طرف دیکھتا ہے کبھی زمین پر پڑے ہوئے باپ کی طرف اور کبھی آسمان کی طرف، اسکی معصوم آنکھوں میں کئی سوال ہیں، اسکا باپ جو کچھ ہی دیر پہلے اس سے بات کر رہا تھا، اسے سن رہا تھا، اسے جواب دے رہا تھا یکا یک خاموش کیوں ہے۔۔۔اور جو دو لوگ موٹر سائکل پر آئے انہوں نے بابا پر گولیاں کیوں چلائیں؟ میرے بابا تو لوگوں کی زندگیاں بچاتے تھے وہ تو ڈاکٹر تھے وہ تو یہاں لوگوں کی مدد کرنے آئے تھے کیا وہ کچھ غلط کر رہے تھے؟ میرے ہی بابا کو کیوں مارا؟

اور یہ سوال صرف اس بچے کے نہیں ہیں، یہ سوال وہ سب بے گناہ کر رہے ہیں جنہیں ان کے شناختی کارڈ دیکھ کر بسوں سے اتار کر مارا گیا، جنہیں پشاور کے آل سینٹ چرچ میں مارا گیا، جنہیں گڑھی شاہو میں مارا گیا، جنہیں گوجرہ میں مارا گیا۔۔۔یہی وہ سوال ہیں جو سلمان تاثیر کی فیملی کرتی ہے اور یہی وہ سوال ہیں جو راشد رحمان کی بیوہ کر رہی ہے اور یہی وہ سوال ہیں جو ہمارے بچے ہم سے کریں گے۔۔۔اس سے پہلے کہ نفرت کی یہ آگ پورے معاشرے کو بھسم کر ڈالے، پاکستان کو جلد ہی ان سوالوں کا جواب دینا ہوگا۔

# اظہارِ جنوں

## تنویر اقبال

اظہارِ جنوں حرفوں سے کہاں ہوتا ہے
مدعائے عشق تو آنکھوں سے بیاں ہوتا ہے

جب ہو محبوب کی صفاتِ وفا جلوہ گر
حسنِ معشوق تب عاشق پہ عیاں ہوتا ہے

بھٹکنا دربدر بے سُود ہے تلاشِ یار
سراغِ یار تو دل میں پنہاں ہوتا ہے

جنم سے مقصدِ بشر ہے بشارت پانا
جو یہ سمجھا وہی اشرف انساں ہوتا ہے

ہوں مکمل جہاں درجاتِ کمالاتِ خُلق
شانِ خالق کا واں آغازِ نشاں ہوتا ہے

نہیں لائق رغبتِ غیر متاعِ دل و جاں
بہرہ ور ہے جو اہلِ یزداں ہوتا ہے

جب ہو سب شرک نظرِ شعور سے غائب
ہر منظر تب جنت کا سماں ہوتا ہے

اپنی رفتار ست و تُند پر دھڑکتا دل
دم بدم سمتِ وصلِ یار رواں ہوتا ہے

شمارہ النور مئی تا جون میں شائع شدہ نظم ''اک شہر شہر یاراں (ربوہ)'' کے شعر نمبر 6 میں لفظ رُود ماں کی بجائے دُود ماں پڑھا جائے۔ جزاکم اللہ خیر

# ڈاکٹر مہدی علی قمر کی شہادت

طلحہ علی

ڈاکٹر مہدی علی صاحب قمر کی شہادت پر پاکستان، امریکہ، کینیڈا، اور برطانیہ اور دنیا کی متعدد دیگر اخباروں نے اس انتہائی بہیمانہ قتل اور انسانیت سوز فعل کی سخت مذمت کی ہے۔ ان اخباروں کی تعداد جن میں محترم ڈاکٹر مہدی علی صاحب شہید کی شہادت کا ذکر آیا ہے، اب تک 30 سے بھی زیادہ ہے جن میں سے بعض معروف اخباریں ذیل میں درج ہیں:

کینیڈا:

National Post Canada, The Star Canada, CBC News Canada, MSN News Canada, Global News, CP24 News, City News Toronto, The Globe and Mail

امریکہ:

CNN, USA Today, Lancaster Gazette, New York Times, Washington Post, The Columbus Dispatch, The Wall Street Journal, WOUB News, The Express Tribunes, CBS News, The Daily Caller, The Washington Times, The Strategic Intelligence, Daily News New York, CNS News Washington

برطانیہ:

Daily Mail, BBC Urdu

پاکستان و دیگر

Al Jazeera, Dawn Daily

ان تمام اخباروں میں جہاں ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب شہید کے بہیمانہ قتل کی مذمت کی گئی ہے وہیں جماعتِ احمدیہ کا تعارف اور پچھلی کئی دہائیوں سے ہونے والے جبر و تشدد کا بھی انتہائی تفصیل سے ذکر موجود ہے۔ ان تمام اخباروں نے جماعتِ احمدیہ کا تعارف کرواتے ہوئے جہاں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے نام اور دعویٰ نبوت و مسیحیت کا ذکر کیا ہے وہیں اس امر کا بھی ذکر کیا کہ جماعتِ احمدیہ ایک امن پسند جماعت ہے جو جہاد کے نام پر مظلوموں کو قتل کرنے کی مذمت کرتی ہے۔ اسی طرح بعض اخباروں نے جماعت کے فلاحی کاموں کو بھی سراہا ہے۔

ذیل میں ان اخباروں کے چیدہ چیدہ حصوں کا اردو ترجمہ پیش ہے:

The Wall Street Journal کے کالم نگار نے شہادت کے واقعہ، جماعتِ احمدیہ کے تعارف اور جماعت کے خلاف ہونے والے مظالم کا ذکر کرنے کے بعد Human Rights Commission of Pakistan کی Chairperson زہرہ یوسف صاحبہ کا تجزیہ پیش کیا کہ گو کہ پاکستان میں تمام تر اقلیتیں ہی مظالم کا شکار ہیں مگر جماعتِ احمدیہ سخت ترین ظلم و ستم کا شکار ہے۔ پاکستان کی کئی لوکل اخباریں احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیز خبریں شائع کرتی رہتی ہیں۔ اگر مسیحی برادری کے خلاف دہشتگردی کا کوئی موقع ہوتا ہے تو ملک کے وزیر اعظم خود اظہارِ افسوس کرنے اور متاثرین سے ملنے جاتے ہیں مگر احمدیوں کے حق میں کوئی کھڑا ہونے والا نہیں۔

کالم نگار نے شہید کے ایک ساتھی ڈاکٹر، شنتانو سنہا کا بھی انٹرویو درج کیا۔ ڈاکٹر سنہا نے شہید مرحوم کے متعلق کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں ان سے زیادہ دیانت دار اور خوش اخلاق شخص نہیں دیکھا۔ آپ کے جسم میں ایک بھی شر پسند ذرہ نہ تھا۔ آپ بہت زیادہ خدمتِ خلق کرنے والے شخص تھے۔ اور گو کہ آپ جانتے تھے کہ آپ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آ سکتا ہے مگر وہ اس کے باوجود خدمتِ خلق کے لئے پاکستان گئے۔ میں بس اس قدر چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ کس طرح ایک انتہائی خلیق انسان، جو انسانیت کی خدمت کرنے کیلئے گیا ہوا تھا کو انتہائی بہیمانہ انداز میں قتل کر دیا گیا۔

اکثر اخباروں میں پولیس انسپکٹر کی طرف سے صرف اس قدر بات

درج ہے کہ ہم اس بات پر کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے کہ یہ قتل کیوں کیا گیا۔ مگر وال سٹریٹ کے ترجمہ نگار نے ایک اور پولیس اہلکار کا یہ بیان بھی درج کیا ہے کہ ہم اکثر ایسے پمفلٹ دیکھتے رہتے ہیں جس میں اس ہسپتال اور یہاں علاج کروانے کی مخالفت کی جاتی ہے اور غالباً یہ قتل بھی اسی سے متعلق ہے۔

اسی طرح الجزیرہ کے ترجمان نے مصطفیٰ قادری صاحب کا بیان نقل کیا ہے جو Amnesty International Pakistan کیلئے ریسرچ کرتے ہیں کہ ہمیں اکثر احمدیوں کے خلاف ظلم اور تشدد کی خبریں ملتی رہتی ہیں اور مجرم یہ ظلم اس تسلی کے ساتھ کرتے ہیں کہ حکومت انہیں سزا دینے کیلئے کچھ نہیں کرے گی۔ اور اگر اس دفعہ بھی حکومت نے کچھ نہ کیا تو مجرم احمدیہ جماعت کے اوپر مظالم ڈھانے میں مزید دلیر ہو جائیں گے۔

کینیڈا کے اخبار، The Star، نے جماعت کے خلاف ہونے والے مظالم کا نقشہ انتہائی تفصیل سے کھینچا جس میں اس بات کا بھی ذکر کیا کہ پاکستان میں شناختی کارڈ یا پاسپورٹ بنواتے وقت ہر پاکستانی کو اس اقرار نامہ پر دستخط کرنا پڑتا ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی اور کذّاب سمجھتا ہے اور احمدیوں کو کافر اور غیر مسلم تصور کرتا ہے۔ خبر نگار نے اس بات کا بھی ذکر کیا کہ 2008ء میں ایک مُلّا کے ٹی وی پر احمدیوں کے خلاف شر اگلنے کے محض دو دن کے اندر اندر دو احمدیوں کو قتل کر دیا گیا۔ 2010ء میں 93 احمدیوں کو مسجد میں شہید کیا گیا۔ اور 2012ء میں لاہور بار ایسوسی ایشن نے شیزان کو صرف اس لئے ban کیا کہ وہ ایک احمدی کمپنی ہے۔ The Star کے نامہ نگار نے بھی ایک پولیس افسر کا یہ بیان شائع کیا کہ یہ قتل مرحوم کے احمدی ہونے کی بناء پر کیا گیا ہے۔

Washington Post نے بھی مرحوم کی شہادت کی تفصیلی خبر شائع کی جس میں اس بات کا خاص طور پر تذکرہ کیا کہ مرحوم کی شہادت انسانیت کے خلاف ایک جرم ہے کیونکہ ایک ایسے شخص کو قتل کیا گیا ہے جو صرف انسانیت اور اپنے ملک کی خدمت کرنے کیلئے پاکستان آیا تھا۔ نامہ نگار نے جماعت کے خلاف ہونے والے دیگر مظالم کا بھی تفصیل سے ذکر کیا اور اس بات کا بھی ذکر کیا کہ ظلم کے اوپر ظلم تو یہ ہے کہ مجرم کبھی کیفرِ کردار تک نہیں پہنچتے۔

Lancaster Eagle Gazette، جو کہ اس علاقہ کا اخبار ہے جہاں مرحوم بطور ڈاکٹر خدمات انجام دے رہے تھے، نے ایک تفصیلی مضمون مرحوم کی شہادت پر شائع کیا جس میں مرحوم کے ساتھ کام کرنے والوں کے تاثرات بھی درج کئے۔ Cardiovascular Business Development Manager, Kelly Morrison, نے کہا کہ یہ ایک انتہائی افسوسناک وقت ہے اور یہاں ہسپتال میں ہر ایک کی آنکھ آنسوؤں سے تر ہے۔ Rhonda Well, Chest Pain Center Coordinator نے کہا کہ یہ واقعہ اس وجہ سے اور بھی زیادہ اذیت انگیز ہے کہ انہیں جان بوجھ کر قتل کیا گیا۔ مرحوم کی طبیعت میں مزاح تھا اور وہ ہمیشہ لطیفہ سنانے کیلئے تیار رہتے تھے۔ میں ان کے مسکراتے چہرے کو نہیں بھول سکتی۔ ان کی مسکراہٹ تصویروں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے مگر اسے اصل میں دیکھنا ایک بالکل الگ چیز تھی۔

نامہ نگار نے اس امر کا بھی اظہار کیا کہ مرحوم .Gordon B Snider Cardiovascular Institute کے بانی ڈاکٹروں میں سے تھے اور انہیں 2013ء میں عظیم الشان خدمت خلق Legendary Philanthropist کا اعزاز بھی ملا۔ نامہ نگار نے لکھا کہ مرحوم کی وفات سے نہ صرف جماعتِ احمدیہ کے افراد بلکہ کمیونٹی کا ہر فرد متاثر ہوا ہے۔ مرحوم کے مریض بھی ان کی کمی کو شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔ آپ کے مریضوں میں Lancaster City کے Dyke Andrews, Councilman بھی شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم کی حسِ مزاح انتہائی لطیف تھی۔ اور آپ بہت محبت سے بات کرنے والے شخص تھے۔ میں نے آج تک ان سے زیادہ نفیس انسان نہیں دیکھا۔ ابھی پچھلے مہینہ ہی میرا ہسپتال میں ان سے ٹکراؤ ہوا تو انہوں نے انتہائی مصروفیت کے باوجود کچھ دیر کھڑے ہو کر مجھ سے انتہائی محبت کے ساتھ گفتگو کی۔

The Columbus Dispatch نے اپنی خبر میں مرحوم کے بڑے بیٹے کے انٹرویو کو خاص طور پر شامل کیا۔ عبداللہ علی سے جب پوچھا گیا کہ وہ اپنے والد صاحب کے اس طرح قتل کئے جانے پر کیسا محسوس کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ I am disappointed۔ نامہ نگار نے اس جواب کو پسند کرتے ہوئے خاص طور پر ذکر کیا کہ اس بچے کے دل میں غصہ یا انتقام کا جذبہ نہیں۔ اسی طرح اس بات پر بھی اس خبر میں خاص طور پر تبصرہ کیا گیا ہے کہ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ احمدیوں نے اپنے خرچ پر بنایا اور اپنے ہی خرچ پر چلا رہے ہیں تاکہ دکھی انسانیت

کی خدمت کی جاسکے۔ نیز جماعت کی امن پسند تعلیم کا بھی خاص طور پر ذکر ہے۔ نیز عبداللہ علی صاحب کے بارے میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ اگر وہ بھی اپنے والد کے ساتھ ہوتے تو شاید ان کو بھی شہید کردیا جاتا۔ نیز یہ کہ عبداللہ بھی اپنے والد کی طرح انسانیت کی خدمت کرنے کیلئے ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں۔

Fox 28 Columbus نے بھی مرحوم کی شہادت کا ذکر کیا اور مرحوم کے بڑے صاحبزادے عبداللہ علی صاحب کا انٹرویو بھی شائع کیا جس میں انہوں نے کہا کہ میرے والد صاحب ایک عظیم شخص تھے اور مجھے یقین ہے کہ اگر قاتل کچھ دیر رُک کر آپ سے بات کرتے تو یقیناً آپ ان کی زندگی میں بھی کوئی مثبت تبدیلی لے آتے۔ انہوں نے یہ قتل صرف ایک ایسی جماعت کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا ہے جن کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔

BBC Urdu نے بھی مرحوم کی شہادت اور احمدیوں کے خلاف ظلم وستم کا ذکر کیا اور نیز طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ کے خلاف چھپنے والے پمفلٹ کا عکس بھی شائع کیا جس میں لکھا ہوا ہے کہ طاہر ہارٹ میں علاج کروانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے نیز احمدیوں سے تعلق رکھنے والا خود بھی کافر ہو جاتا ہے۔

## لینا کسی کے در سے کیا، اُس کی عطا کے بعد!

### طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

باز آئے ہم نہ سرزنشِ بارہا کے بعد ہم نے کیا ہے جرمِ وفا ہر سزا کے بعد

قربان لاکھ بار بھی ہُوں تو کروں دُعا اک کربلا ملے مجھے ہر کربلا کے بعد

محشر میں پیش ہُوں تو بخشش کی ہو نوید دل مانگتا نہیں ہے دعا، اِس دعا کے بعد

بے بخت و نامراد تھا، پھر کھلے نصیب وہ تھا دعا سے پہلے، یہ تھا دعا کے بعد

میرے وطن پہ رحم ہو یارب، کہ بڑھ گئی ظلمت کے بعد اور بھی ظلمت 'ضیاؔ' کے بعد

اِس بے پناہ رات کی کوئی سحر تو ہو امن وسکوں طلوع ہو، کرب و بلا کے بعد

تم تو بنے تھے پارسا، یہ کیا ہوا غضب سجدے کئے بتوں کو حمد و ثنا کے بعد

تِیرہ شبوں کی داد کے مارے کیا دیکھتے کیا تھا لقا سے پہلے، کیا تھا لقا کے بعد

سب جانتے ہیں طُور لرزا گیا تھا کیوں یہ ماجرا ہوا تھا اک التجا کے بعد

معراجِ قلبِ سیّدِ کونینؐ دیکھنا وہ قابَ قوسَین، حدِ منتہا کے بعد

'بعد از خدا بزرگ' وہی ہے تو یہ جہاں مخمور ہے 'بعشقِ محمدؐ' خدا کے بعد

ہم اُس کے ہیں فقیر، ہمیں یوں نہ دو صدا لینا کسی کے در سے کیا اُس کی عطا کے بعد

افشا نہ ہو وجود عدم سے تو کس طرح
طارقؔ پتہ چلے کہ بقا ہے فنا کے بعد

# نیچ سب تاروں کے تو چمکا کہ جیسے ہو قمر

## ۔۔۔ڈاکٹر مہدی علی قمر۔۔۔

ثمینہ ارائیں اہلیہ مجیب الرحمٰن ملک

3 ستمبر 1963ء کی ایک خوبصورت صبح تھی۔گھر کا سبز گیٹ ہمیشہ کی طرح اپنی بانہیں پھیلائے ہر آنے جانے والے رشتہ داروں، ضرورت مندوں، بیماروں، غریبوں، بزرگوں اور جماعتی تقریبات کے لئے کھلا تھا۔دارالرحمت غربی کی ایک کھلی سڑک کے کنارے پر بنا ہوا یہ خوبصورت مکان جس کے اطراف میں خوبصورت پھولدار اور پھلدار درخت سجے تھے اس کے اندر اس کا آنگن بھی خدا کے بندوں سے اسی طرح سجا رہتا تھا اور یہ دیوار و دَر ہر آنے والے کو پیار و شفقت اور خندہ پیشانی سے اپنے اندر سمیٹ لیتے تھے.....آج اس گھر میں خوشی کا ایک سماں تھا...گھر کے آنگن میں ایک چاند اترا تھا.....جس کی روشنی سے یہ گھر اور بھی چمک اٹھا تھا۔

میرا پیارا بھائی مہدی ہم تیرہ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔جب مَیں نے ہوش سنبھالا تو اندازہ ہوا کہ اس کا نام کچھ زیادہ ہی لمبا ہے۔جب اس سے نام پوچھتے تو اس چھوٹے سے بچے کے لئے ایک امتحان ہوتا تھا۔اپنی میٹھی سی توتلی زبان میں ''مہدی علی بشیر الدین قمر'' وہ جس انداز سے بولتا سب اس سے محظوظ ہوتے۔پھر وہ اپنے نام کے ساتھ آخر میں ''احمدی بچہ'' بھی لگا دیتا تھا۔

''مہدی علی'' نام تو شاید ہمارے والدین نے پہلے ہی سوچ رکھا تھا مگر باقی نام کے پسِ پردہ ہماری امّی کا ایک خواب تھا جو انہوں نے مہدی کی پیدائش سے قبل دیکھا تھا...دیکھا کہ ایک چاند ڈوب رہا ہے اور دوسرا طلوع ہو رہا ہے۔چنانچہ ایک رات یہ خبر سنی کہ حضرت مرزا بشیر احمد (قمر الانبیاء) وفات پا گئے ہیں اور پھر اگلی صبح مہدی پیدا ہوا۔امّی نے چونکہ خواب میں چاند دیکھا تھا تو اسی وجہ سے اس کا آخری نام قمر رکھ دیا گیا اور پھر ہمارے نانا جان نے اس کا درمیانی نام بشیر الدین رکھ دیا۔

مجھے اس خواب کا خیال بہت دفعہ آتا رہا کہ اس کی تعبیر کیا ہوئی اور اس کی کیا برکت تھی.....اور اس کی تعبیر مجھے ہر بار یہی نظر آتی کہ مہدی تو ایسا تھا جیسے پیدا ہوتے ہی عالم تھا۔بچپن سے ہی اس میں غیر معمولی ذہانت اور عالمانہ صلاحیتیں تھیں۔

چونکہ ہم اوپر نیچے کے بہن بھائی تھے اور عمر میں مجھ سے قریب ہونے کی وجہ سے اس کے بچپن اور لڑکپن کا خوبصورت وقت ہم دونوں بہنوں کے ساتھ اکٹھا گزرا۔باقی بھائی بڑے تھے اس لئے اس کی مجبوری تھی کہ وہ مجھ سے زیادہ قریب تھا۔مجھ سے بڑی بہن زیادہ سمجھدار اور سنجیدہ تھی اس وجہ سے ہماری مشغولیات میں کم شامل ہوتی بلکہ اگر لڑائی ہو جاتی تو وہ مہدی کی طرفداری کرتی۔ہمارا سارا وقت اکٹھے کھیلتے گزرتا۔کرکٹ، آنکھ مچولی، لڈو، کیرم بورڈ، بیڈمنٹن اور اسے میرے ساتھ گڑیوں کے گھر بھی بنانے پڑتے۔صرف ایک مسئلہ تھا کہ وہ بہت خاموش اور معصوم شکل تھا۔لڑنے میں کیونکہ آواز صرف میری ہی سنائی دیتی تو قصور بھی میرا ہی نکلتا تھا.......مہدی کبھی جھگڑے میں نہیں پڑتا تھا.....مَیں اس پر بھی ناراض ہوتی کہ گھر میں سب چھوٹے بڑے اس کی طرفداری کرتے تھے......اکثر ہماری لڑائی کی وجہ بھی کتابیں ہی ہوتی تھیں۔ہمارے گھر میں کچھ اخبار اور رسالے باقاعدگی سے آتے تھے۔جب وہ آتے تو ایک مشکل پیدا ہو جاتی.....جس کے ہاتھ میں آتا وہ لے کر بھاگتا۔اگر کسی بڑے کی نظر پڑتی تو وہ مہدی ہی کی طرفداری کرتا۔گھر میں سب بڑے بہن بھائی تھے۔ان کے کورس کی کتابیں تک بھی ہم پڑھ لیتے تھے۔اسی طرح ایک بار ہم دونوں میں ایسا باہمی سمجھوتہ ہوا کہ لائبریری بناتے ہیں۔اسی بہانے کتابیں خریدنے کا موقع ملا۔جتنی کتابیں خریدیں، دن رات بیٹھ کر پڑھ لیں۔امّی نے اس کے لئے ایک الماری بنوا کر دی اور اس کا نام ہم نے ''ملّت لائبریری'' رکھا..... انجام اس لائبریری کا اچھا نہ ہوا کیونکہ جس نے کتابیں لیں، واپس نہ کیں۔

مہدی امّی کا بہت لاڈلا تھا۔برفی اسے بہت پسند تھی۔امّی ہمیشہ اس کے لئے منگوا کر رکھتی تھیں اور جو کھانے اسے پسند تھے وہ خاص طور پر اس کے لئے بناتی تھیں۔

ہمارے والد محترم چوہدری فرزند علی صاحب ایک معروف زمیندار اور ربوہ کے ابتدائی لوگوں میں سے تھے جہاں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے غالباً 1950ء یا 1951ء میں زمینیں خریدیں اور کارخانے لگائے۔محلّہ دارالصدر میں پکّی اینٹوں سے بنایا جانے والا سب سے پہلا گھر اُن کا تھا جس میں

باقاعدہ جماعتی طور پر نماز باجماعت کا اہتمام ہوتا تھا۔ بسا اوقات جمعہ بھی وہاں پڑھا جاتا تھا۔ بتانے والے بتاتے ہیں کہ ایک دو سال جلسہ سالانہ کا کھانا بھی وہیں پکایا گیا تھا۔ اس محلّہ میں پانی کڑوا ہونے کی وجہ سے پھر انہوں نے اپنا گھر محلّہ دارالرحمت غربی میں تعمیر کروایا۔ بہت بڑے زمیندار آدمی ہونے کے باوجود ان کی طبیعت میں بہت عاجزی اور انکساری تھی۔ انہوں نے کئی بنجر علاقوں میں گاؤں آباد کیے۔ ساتھ ساتھ یونانی طریقۂ علاج اور حکمت میں بھی ماہر تھے۔ ہاتھ میں شفا تھی اس وجہ سے دور دور سے بھی لوگ علاج کے لئے آتے تھے اور دنوں کے لئے ہمارے گھر میں ٹھہر جاتے تھے۔ مہمان نوازی، غریبوں کی مدد کے ساتھ ساتھ بہت سے ضرورت مندوں کو قرضۂ حسنہ بھی دیتے اور طبّی امداد، دوائیاں اور مفت انجکشن لگانے کا انتظام بھی ہوتا تھا۔ جماعت اور خلیفۂ وقت کے ساتھ بے پناہ عقیدت تھی اور ان کی ہر آواز پر لبّیک کہتے ہوئے ہر مالی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے۔ اچھی اور شستہ زبان بولتے، کبھی غصّہ میں آواز بلند نہیں کی بلکہ کچھ دیر کے لئے خاموشی اختیار کر لیتے تو پتہ چلتا کہ غصّہ میں ہیں اس لئے ان کی چھوٹی سی سرزنش کا بھی بہت اثر ہوتا تھا۔ ان کی زندگی کا لائحۂ عمل قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا تھا اور انہیں جھوٹ سے سخت نفرت تھی جس کی سزا بھی دی جاتی تھی۔

ہماری امّی نجم النساء بیگم کی زندگی ایثار و وفا، قربانیوں اور عزم و ہمت کی مثال تھی۔ ایسے بے لوث، باہمت اور بہادر لوگ بہت کم نظر آتے ہیں۔ ان پر لکھنے بیٹھوں تو مضمون بہت لمبا ہو جائے گا۔ مختصراً یہ کہ انہوں نے ہمیشہ ہمیں محبت، ایثار، انصاف اور عاجزی کا سبق سکھایا۔ اسلام احمدیت کے لئے عملی طور پر گہری محبت کا نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا۔ ان دونوں کی زندگی کا مقصد سلسلہ عالیہ احمدیہ اور انسانیت کی خدمت تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ایک مشن چل رہا ہے جس میں کام کرتے چلے جانا ہے۔ ان کے نزدیک کوئی کام ناممکن نہیں تھا اور ہمیں ہمت دلاتی تھیں کہ اگر ایک مشکل کام کوئی دوسرا کر سکتا ہے تو تمہارے لئے بھی وہ کام کرنا مشکل نہیں۔

ہمارے گھر میں ایک بہت بڑی برکت قرآن مجید کی تھی۔ سارا دن گھر میں بچے قرآن اور عورتیں قرآن کا ترجمہ پڑھنے کے لئے آتی رہتیں۔ امّی دن میں کام کرتے ہوئے بھی قرآن مجید ساتھ ساتھ یاد کرتی رہتیں......بہت خوبصورت آواز میں تلاوت کرتیں اور اسی پیاری آواز سے ہماری صبح ہوتی۔ ہر جلسہ پر ان کی تلاوت رکھی جاتی تھی۔ امّی، ابّا جی دونوں تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد بچوں اور روزمرّہ کے مسائل پر بات چیت کرتے اور صبح کی نماز کے بعد امّی کافی دیر تک تلاوت قرآن مجید کرتیں۔ ہم دونوں بہنوں اور مہدی کا کمرہ ساتھ والا تھا اور ہمیشہ تلاوت کی پیاری آواز سے ہماری صبح ہوتی تھی۔ اس کے بعد پھر امّی سارے دن کے لئے انتظامات شروع کر دیتیں۔

خاص طور پر ابّا جی کا کھانا بہت سلیقہ سے سفید میز پوش بچھا کر اچھے برتن ٹرے میں لگا کر دیا جاتا تھا۔ دراصل وہ ادب آداب اور رکھ رکھاؤ سکھانے کے لئے ایسا کر رہی ہوتی تھیں جس کے نتیجہ میں ہم بھی بڑوں کی خدمت کے لئے مستعد رہتے تھے۔ ہمارا گھرانہ رشتوں کے لحاظ اور ان کے ادب و احترام کی وجہ سے ایک مثالی حیثیت رکھتا تھا۔ اس میں میاں بیوی کے حقوق، ماں باپ کی عزت و احترام کے ساتھ ساتھ اولاد کی تعلیم و تربیت اس حدیث اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَ اَحْسِنُوْا اَدَبَھُمْ کے مصداق تھی۔

صبح کا منظر بھی عجیب ہوتا۔ ہمارے گھر میں کئی لوگ لسّی لینے کے لئے لائن میں ہوتے۔ دہی، لسی اور مکھن روزانہ تقسیم ہوتا۔ زمیندار گھرانہ تھا۔ سارے نوکروں اور زمینوں پر کام کرنے والوں کے کھانے کا انتظام بھی گھر میں ہوتا۔ اس کی پوری ذمہ داری امّی کے ہاتھ میں تھی اور پھر وقت بے وقت بعض ضرورت مند لوگ گھر پر آجاتے جن کے لئے کھانے کا انتظام بھی کرنا پڑتا تھا۔ بہت ہی حکمتِ عملی سے ضرورت کے مطابق سب کچھ مہیّا کر دیتیں اور احساس بھی نہ ہونے دیتیں کہ کھانا نہیں تھا اور پھر کچھ خدا تعالیٰ بھی اس میں برکت ڈال دیتا تھا۔

ان میں حکمت، دانائی اور فراست تھی کہ پورے محلّے کے جھگڑوں کے فیصلے بھی ہمارے گھر میں ہوتے تھے۔ امر بالمعروف کی مثال تھیں کہ اگر محلّے یا خاندان میں کسی کی تربیت کا مسئلہ ہوتا تو لوگ امّی کو بلاتے اور اگر خاندان میں کسی کو کسی بھی قسم کے مشورہ کی ضرورت ہوتی تو ہمیشہ امّی سے ہی رابطہ کرتا تھا۔ محلّے کے لجنہ و ناصرات کے اجلاس اور دیگر تقریبات بھی ہمارے گھر میں ہوتی تھیں جن کا سارا انتظام وہ خود کرواتیں۔ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا اپنے گھر میں اجلاسات اور جماعتی تقریبات ہوتے دیکھیں۔ 32 سال تک لجنہ کی صدر رہیں۔ خود بہت بے لوث تھیں۔ کہا کرتی تھیں ''میرا دل تو غنی ہو گیا ہے، کسی چیز کی ضرورت نہیں''۔

وہ ایک نفسِ مطمئنہ پا چکی تھیں اور اس مقام پر پہنچ چکی تھیں جہاں دنیا کی کسی چیز سے غرض نہیں رہتی۔ اپنی زندگی ایک مجاہدہ کی طرح گزاری اور دوسروں کے لئے آسانی پیدا کرنے کے لئے اپنے راستہ میں آنے والی مشکلات کی بھی پرواہ نہ کی۔ ہم جب کسی چیز کے لئے ضد کرتے تو یہ شعر پڑھتیں جس کی وہ خود ایک جیتی جاگتی مثال تھیں کہ

ہمیشہ نفسِ امّارہ کی باگیں تھام کر رکھیو
گرادے گا تمہیں ورنہ یہ ظالم تیغ پا ہو کر

لغو مشغلوں کو دونوں ناپسند کرتے مگر فنونِ لطیفہ سے خاص لگاؤ تھا۔ ابّا جی تو

شاعری بھی کرتے تھے۔ اگر کبھی امّی کو غصہ آ جاتا تو کوئی مزاحیہ نظم ان پر لکھ دیتے اور بات مذاق میں ہی ختم ہو جاتی۔ مہدی ایک بار گیند سے کھیل رہا تھا کہ گیند پانی میں گر گیا اور گندے پانی کے چھینٹے ابّا جی کی سفید پگڑی پر پڑ گئے جو کہ خشک ہونے کے لئے صحن میں لٹک رہی تھی۔ ابّا جی جب گھر آئے تو بجائے ناراض ہونے کے انہوں نے اس پر ایک نظم کہہ ڈالی۔

ہمارے بڑے بھائی ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہمیں کیلیگرافی سکھاتے، ہم ڈرائنگ کرتے، ٹکٹیں جمع کرتے، پینٹنگز بناتے، پھول لگاتے، بیت بازی اور آپس میں ہی چھوٹے چھوٹے کوئز پروگرامز کرتے۔ فارغ رہنا انہیں پسند نہیں تھا۔ امّی کہتی تھیں کہ فارغ دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ ہمارے ان مشاغل کو وہ اہمیت دیتے، Accomplish کرنے پر تعریف کرتے اور انعام ضرور دیتے۔ پڑھائی کے لئے سختی ہوتی اور اگر اوّل سے کم پوزیشن ہوتی تو قدر نہ ہوتی۔ سکول کالج کے زمانے میں ہم ٹی وی نہیں دیکھ سکتے تھے کہ پڑھائی کا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ ہمارے جانے کے بعد انہوں نے ٹی وی دیکھنا شروع کیا۔

مہدی کے متعلق لکھنے کے لئے مجھے یہ سب ذکر اس لئے کرنا پڑا کہ وہ خوش قسمت تھا کہ ماں باپ نے جو ماحول اسے دیا وہ مثالی تھا۔ اس کی زندگی پر اس کا گہرا اثر تھا۔ ابّا جی کی صحبت میں بہت رہتا تھا اس وجہ سے وہ اخبار پڑھنے کی کوشش کرتا اور چار سال کی عمر میں ہی اخبار پڑھ لیتا تھا۔ مَیں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اسے ابّا جی کے ساتھ پانچوں نمازوں کے لئے مسجد جاتے دیکھا..... ہمارے بڑے بھائی بعض دفعہ صبح کی نماز پر باوجود اٹھانے کے نہیں اُٹھتے تھے۔ مہدی جب دیکھتا کہ وہ نہیں اُٹھے تو جا کر انہیں جگاتا اور نماز کے لئے جانے پر اصرار کرتا تو کبھی کبھی وہ اسے بھی کھینچ کر بستر میں لٹا لیتے کہ تم بھی سو جاؤ...... وہ پوری کوشش کر کے اپنے آپ کو بھائی کی گرفت سے چھڑاتا اور اپنے پیارے سے لہجے میں کہتا" مجھے تو چھوڑو، مجھے تو چھوڑو، نماز کو دیر ہو رہی ہے"۔

شام کو کھانے کے بعد ہمارے بڑے بہن بھائی اور ان کے بچے سب اکٹھے ہو کر ابّا جی کے پاس آ جاتے۔ ان کے لئے سوتیلے کا لفظ ہم نے کبھی نہیں سنا تھا اور بڑے ہونے تک ہمیں پتہ نہیں تھا کہ وہ سوتیلے ہیں۔ سب میں ایسی محبت تھی جیسے ایک ماں کے بچے ہوتے ہیں۔ امّی کو ان کا نام بہت پیار سے لیتے سنتے تھے اور اب بھی ان سے محبت اسی طرح ہے۔ پھر جب جائیداد کو بانٹنے کا وقت آیا تو سب معاملات عزّت و احترام اور باہمی سمجھوتے سے طے پائے۔ اپنی زندگی میں ہی انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے سب بچوں کے حصے ان کے نام کر دیئے اور سب بچوں نے بھی اس کا احترام کرتے ہوئے اسے دل سے قبول کر لیا اور ان دونوں کی وفات کے بعد بھی کسی کو کوئی مسئلہ در پیش نہیں ہوا۔

مہدی کو پیدا ہوتے ہی ایک بہت بڑا خاندان ملا جس میں ان بہن بھائیوں کے بچے کم و بیش اس کی عمر کے تھے۔ سب اکٹھے ہوتے، ابّا جی قصّے کہانیاں سناتے، کچھ ابّا جی کے پاؤں دباتے اور مہدی ابّا جی کے ساتھ گھس کر بیٹھا طرح طرح کے سوال ان سے کرتا ہی رہتا کہ وہ بھی تنگ آ کر ایسے جواب دیتے۔ پوچھتا: ابّا جی پاکستان کیسے بنا؟ ابّا جی جواب دیتے، قائدِ اعظم جانے بیٹا۔ پھر پوچھتا: ابّا جی جو دریا کھودتے ہوں گے انہیں کتنی مشکل ہوتی ہو گی۔ تو ابّا جی کہتے، اللہ جانے بیٹا۔ پھر کہتا کہ جو دریا میں پانی بھرتا ہو گا وہ کتنا تھک جاتا ہو گا۔ تو ابّا جی جواب دیتے مولا جانے بیٹا۔ اسی طرح سوالوں کا لامتناہی سلسلہ چلتا رہتا جس کی وجہ سے ہم نے اس کا نام" سوالیہ نشان" رکھا ہوا تھا۔

گھر میں ہم چھوٹے بہن بھائی اردو اور باقی سب پنجابی زبان بولتے تھے۔ اس کا مطالعہ بچپن ہی سے بہت وسیع تھا اور اس کو اردو، پنجابی، عربی زبان اور انگلش ادب پر عبور حاصل ہو گیا تھا۔ اس کی مصروفیات کا یہ عالم ہوتا کہ اطفال کے مقابلوں کی تیاری، سکول کا کام، وقارِ عمل اور صبح صبح صَلِّ عَلٰی کے لئے جانا۔ ساتھ ساتھ کوئی اٹھارہ یا بیس کے قریب ہمارے کزنز اور بھائیوں اور بہنوں کے بچے جو ہمارے ہم عمر یا کچھ ہم سے چھوٹے بڑے تھے، اکثر ہمارے گھر میں اکٹھے ہوتے۔ زمینوں سے جب بھی بہت بڑی مقدار میں چیزیں آتیں تو امّی سب کو بلا لیتیں۔ پھر گھر کے ساتھ ہی ایک بہت بڑا حصہ تھا جسے حویلی کہتے تھے اس میں ایک طرح کا فارم بنا رکھا تھا جس میں مرغیاں اور بھینسیں وغیرہ تھیں۔ وہاں بہت بڑی آگ جلا کر اس میں مکئی کے بھٹے بھون کر کھاتے تھے اور بھی طرح طرح کے اناج، سبزیاں اور پھل آتے جن میں سے ایک حصّہ ہمسایوں میں بھی تقسیم کیا جاتا۔ سب بچے ہمارے گھر میں جمع ہوتے۔ کھیلوں میں بھاگ دوڑ کے ساتھ ساتھ سکول سکول کھیلتے، کبھی اجلاس کر رہے ہوتے یا بیت بازی بھی کرتے اور بیٹھ کر نظمیں یاد کرتے رہتے۔ امّی کا رعب اور کنٹرول سب پر تھا اور سب کے ماں باپ کی طرف سے انہیں سرزنش کی بھی اجازت تھی۔ ان سب مصروفیات کے باوجود وہ ہمارے اخلاق کی نگرانی، نمازوں کی پابندی اور دوستوں کے انتخاب پر کڑی نظر رکھتی تھیں۔ اور ایک نگران کی طرح اپنے ماں ہونے کا فریضہ کما حقہٗ ادا کرتیں۔

ایک بار جب مہدی کوئی 9 یا 10 سال کا ہو گا۔ وہ یہ شعر بڑی اچھی آواز میں محویت کے ساتھ پڑھ رہا تھا

مَیں مریضِ مصطفیٰ ہوں مجھے چھیڑو نہ طبیبو
میری زندگی جو چاہو مجھے لے چلو مدینہ

سب ہنسنے لگے کہ اس کے چھوٹے سے منہ سے یہ بڑی بات لگ رہی تھی۔ لیکن بالآخر کیا

ہوا کہ ربوہ جو مدینہ سے ایک مماثلت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تقدیر مہدی کو کشاں کشاں امریکہ سے اس مدینہ لے گئی جہاں اس کے بچپن کی معصوم صدائیں گروی پڑی تھیں۔ چنانچہ اسی جگہ اس کی جان نذرِ خدا اور فدائے مصطفیٰ ﷺ ہوگئی۔

بہرحال یہ تو تھا گھر کا ماحول جس نے ہمارے لئے غیر معمولی دینی و دنیوی ترقی کی راہیں ہموار کیں اور انسانیت سے ہمدردی کا درس دیا۔ مگر ایک بڑی خوش قسمتی جو ہم بچوں کی تھی خاص طور پر لڑکوں کی کہ ہمارے گھر کے آس پاس بہت ہی کم فاصلے پر ربوہ کے بہت بڑے بڑے علماء اور بزرگ رہا کرتے تھے جس کا وہاں کے ماحول پر بہت اثر تھا۔ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ اور ہمارے گھر کی دیوار ایک تھی۔ گو کہ وہ ہمارے ہوش سنبھالنے سے پہلے وفات پا چکے تھے مگر وہ برکتیں اور ان دعاؤں کا سایہ ہمیشہ اپنے گھر پر دیکھا۔ علاوہ ازیں مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب، مولانا نذیر احمد مبشر صاحب، مولانا عبداللطیف بہاولپوری صاحب، مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب، مولانا اسمٰعیل دیالگڑھی صاحب، حاجی محمد فاضل صاحب، گیانی عباد اللہ صاحب، مرزا منظور احمد صاحب، مولوی محمد دین صاحب، مسعود دہلوی صاحب اور صوفی بشارت الرحمٰن صاحب بھی اسی مسجد میں نماز کے لئے جاتے تھے جہاں مہدی جاتا تھا۔ ہر نماز کے پہلے اور بعد بعض بزرگ ہمارے گھر کے سامنے سے گزرتے تھے تو ہم بھاگ کر انہیں سلام کرنے کے لئے جاتے تھے۔ حضرت حافظ روشن علیؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی اہلیہ محترمہ استانی مریم صاحبہؓ جو کہ خود بھی صحابیہ تھیں، ان سے ہم سب بہن بھائیوں نے قرآن مجید پڑھا۔ یعنی بچپن سے ہی صحبتِ صالحین اسے حاصل تھی۔

بچپن تو اس طرح گزرا اور مہدی نمایاں کامیابیاں حاصل کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں زندگی کے فیصلوں کا وقت تھا۔ مہدی نے امّی، ابّا جی کی خواہش پر میڈیکل لائن میں جانے کا فیصلہ کرتے ہوئے ایف۔ ایس سی تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے کی اور میڈیکل کالج جانے کی صرف ایک ہی Choice تھی کہ وہ فیصل آباد میڈیکل کالج جاتا تا کہ وہاں سے روزانہ گھر آسکے۔ یہ وہ وقت تھا جب سب بچے گھر سے جا چکے تھے۔ مہدی میڈیکل کالج کی پڑھائی کے ساتھ گھر کے معاملات میں امّی ابّا جی کی مدد کرتا اور جب بھی بڑے بہن بھائی بچوں کے ساتھ واپس آتے تو رونق کے ساتھ ساتھ اس کی پڑھائی کا بھی حرج ہوتا تھا۔ ابّا جی کی صحت اور کمزور ہوتی گئی اس لئے اس نے ہاؤس جاب بھی فضلِ عمر ہسپتال میں کیا اور اس وجہ سے اس کے دل میں اہلِ ربوہ کے لئے ایک خاص محبت پیدا ہوگئی۔

وہ پڑھائی کے دوران طرح طرح کے فلاحی کاموں میں لگا رہتا تھا۔ خدمتِ خلق کا جنون تھا۔ اس میں ایک بہت بڑی Accomplishment جو تھی وہ ربوہ میں بلڈ بنک کا قیام ہے۔ میرا امریکہ سے پاکستان جانا تقریباً ہر سال ہی ہوتا تھا۔ غالباً 1986ء یا 1987ء کی بات ہوگی کہ اس نے بتایا کہ وہ کس طرح کوشش کر رہا ہے کہ ربوہ میں ایسا انتظام ہو جائے کہ ضرورت مندوں کو وقت پر خون مل سکے۔ اس کے بہت اچھے دوست ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب نے بتایا کہ وہ دونوں میڈیکل کالج میں تھے جب یہ خیال آیا اور انہوں نے عملی قدم اٹھاتے ہوئے ربوہ میں جگہ جگہ کیمپ لگائے تا کہ خدّام کے بلڈ گروپس کا ریکارڈ رکھ لیں اور ضرورت پڑنے پر آسانی ہو جائے۔ اس کے بعد انہوں نے فنڈ جمع کر کے ایک چھوٹا فریزر اور ایک موٹر سائیکل خریدا۔ مَیں جب پاکستان جاتی تو مجھے تحریک کرتا کہ مَیں بھی مدد کروں۔ چونکہ کام بڑھتا گیا اور میڈیکل کالج کا طالب علم ہوتے ہوئے انہیں وقت نکالنے میں بعض دفعہ مشکل بھی پیش آتی مگر انہوں نے اپنی حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے دونوں کاموں کو ساتھ ساتھ چلایا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب یہی بلڈ بنک ایک بڑی عمارت میں وسیع پیمانے پر کام کر رہا ہے اور بے شمار لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف خدمتِ انسانیت ہی تھا۔ امریکہ میں اس کے دوست ڈاکٹر جو اس کے ساتھ کام بھی کرتے تھے بتاتے ہیں کہ مہدی کے ساتھ ان کی ہسپتال جاتے ہوئے اکثر ایک ہی موضوع یعنی غریبوں کے لئے کام کرنے اور میڈیکل سپلائز پہنچانے پر بات ہوتی۔ پاکستان پہنچنے کے بعد پہلا دن تھا، باوجود تھکن اور مصروفیت کے رات کو جب دوستوں سے ملاقات ہوئی تو رات گئے تک بھی فضلِ عمر ہسپتال کی Improvement اور Gastroenterology Facility بنانے کے منصوبے پر بات کرتے رہے۔

ہماری امّی نے اپنے آخری وقت میں یہی نصیحت کی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے تو اس میں رشتے داروں اور غریبوں کا بھی حصّہ ہے۔ تم ان کا بھی خیال رکھنا۔ مہدی نے بھی آخری دَم تک اس پر عمل کیا اور نہایت خاموشی سے بہت سے مستحقین کی مدد کرتا رہا۔

پھر 1991ء میں ہمارے ابّا جی وفات پا گئے۔ وہ گھر جو ایک لمبا عرصہ اپنے پرائے سب کو محبتیں بانٹتا رہا...... گو کہ وہ سلسلہ ختم ہو گیا لیکن کتنے لوگوں نے کس کس رنگ میں وہاں سے فیض پایا اس کا شمار ممکن نہیں۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے پوتے محترم امتیاز راجیکی صاحب جو کہ ہمارے ہمسائے تھے، امّی کی وفات پر لکھتے ہیں:

''محترمہ نجم النساء بیگم اہلیہ محترم چوہدری فرزند علی صاحب جنہیں خالہ نجمہ، آپا نجمہ کے

نام سے پکارا جاتا تھا۔ محلّہ دارالرحمت ربوہ کی ہردلعزیز اور معروف شخصیت تھیں بلکہ مجھے یہ کہنے میں کوئی مبالغہ دکھائی نہیں دیتا کہ وہ محلے کی سب سے زیادہ مقبول ترین خاتون تھیں.....انہوں نے میرے لئے اپنے ہوش کی ابتدائی یادداشتوں سے لے کر تقریباً 32 سال تک تربیت، خدمت، احسان، خلوص و محبت اور حسنِ انتظام کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جن کو مَیں جتنا کھرچتا جاؤں وہ اتنے ہی گہرے اور نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔ میرے لئے اس حد تک احسان فراموشی ممکن نہیں کہ زندگی کا کوئی لمحہ بھی انہیں نظر انداز کر کے گزر جاؤں.....کہ یہ وجود میں رچے بسے ہیں.....خالہ نجمہ سے ہماری کوئی قرابت داری نہیں تھی صرف ہمسائیگی کا تعلق تھا......ہمسائیگی کے حقوق کی جو پاک ہدایات موجود ہیں یہ انہی کا نتیجہ تھا کہ محترم چوہدری فرزند علی صاحب کا گھرانہ ہمارے لئے ہمسایہ ماں جایہ بن گیا۔ ہمسائیگی کا اس سے بڑھ کر اور تصوّر میرے لئے ممکن نہیں۔ اس اعزاز میں جہاں چوہدری صاحب کے تدبّر، فہم، بردباری، سخاوت اور عنایت کا وافر عمل دخل ہے وہاں ان کی اہلیہ محترمہ نجم النساء کے حُسنِ سلیقہ، حُسنِ معاملت، خلوص و محبت اور احسان کا حصّہ بھی بدرجہ اتم موجود ہے''۔

پھر اباجی کی وفات پر لکھتے ہیں:

''غریب الوطنی میں چوہدری صاحب کی وفات کی اطلاع ملی۔ وہ وجود ہی ایک تابندہ دور تھا، محبتوں اور عنایتوں سے بھرپور.....اب ماضی کی درخشاں تاریخ بن گیا ہے ایک روشن قندیل کی طرح چراغ بہ چراغ مستقبل کے دیئے جلانے کے لئے۔ ان کی تربیت اور محبتوں کے چھینٹے مجھ پر ہمیشہ پڑتے رہے اور یہ فیض رسانی میری زندگی کا قیمتی، قابلِ شکر اور قابلِ فخر سرمایہ ہے.......خدا تعالیٰ نے مالی فراخی کے ساتھ ساتھ فراخیٔ قلب بھی عطا فرمائی تھی۔ مالی تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے''۔

ہمارے ماں باپ کی عمر میں اگرچہ تقریباً بیس سال کا فرق تھا لیکن ان کے باہمی سمجھوتے اور حُسنِ انتظام کے ساتھ ایک ایسا گھرانہ وجود میں آیا کہ جس کی مثال کم ملتی ہے۔

بہرحال وہ ایک قابلِ رشک دَور تھا جو ختم ہوا اور مہدی امّی کے ساتھ ٹورانٹو اشرف بھائی کے پاس آ گیا۔ وہاں رہتے ہوئے امریکہ کے امتحان پاس کئے اور Residency اسے Brooklyn New York میں ملی۔ وہاں سے فیلوشپ مکمل کرنے کے بعد وہ گزشتہ دس سال سے Ohio میں مقیم تھا اور اب اس کا شمار امریکہ کے Top Cardiologists میں ہوتا تھا۔ اس نے نمایاں کامیابیاں اور بے شمار ایوارڈز حاصل کئے۔ اسے قرآن مجید کا علم اور اس کی آیات کو سمجھنے کا بہت شعور تھا۔ 5 دسمبر 2002ء کو جب میرے شوہر منصور احمد کی وفات کار کے حادثہ میں ہوئی تو مہدی میرے گھر پہنچنے سے پہلے ہی گھر پہنچ چکا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ تم قرآن مجید لاؤ۔ اس میں سے اس نے یہ آیات نکالیں

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَOالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ لا قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَO اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ قف وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَO (البقرة: 156-158)

اور کہا کہ یہ خود بھی پڑھو اور بچوں کو بھی پڑھاؤ۔ اس نے بتایا کہ 5 دسمبر کی صبح اس نے کسی بزرگ خاتون کو فون کیا تو انہوں نے اسے بتایا کہ ان آیات کی تلاوت کرو۔ اس نے کہا مجھے سمجھ نہیں آئی کہ مجھ سے اس کا کیا تعلق تھا.....مگر جب یہ حادثہ ہوا تو اندازہ ہوا کہ تمہارے لئے یہ آیات بتائی گئی تھیں۔ مَیں نے باربار پڑھیں...اس کے بعد تو ایسا دل قرآن میں لگا کہ اتنے بڑے حادثے کی وجہ سے دل شدید تکلیف اور دُکھ میں تھا۔ مَیں گھنٹوں قرآن مجید پڑھتی اور ایسا لگتا کہ خدا تعالیٰ نے یہ خاص لفظ مجھے ہی تسلّی دینے کے لئے لکھے ہیں۔ اب مَیں سمجھتی ہوں کہ سب مشکلوں کا حل اور میرے ہر دُکھ اور درد کا علاج ہمیشہ قرآن سے ہی ملتا ہے۔ مہدی کی یہ عادت ساری عمر رہی کہ اسے جو بھی وقت ملتا قرآنِ کریم کی تلاوت خوش الحانی سے کرتا۔ اپنے بڑے بیٹے کو قرآن ناظرہ سکھانے کے بعد اب ترجمہ پڑھا رہا تھا اور آخری رات بھی باوجود انتہائی مصروفیت کے دوستوں سے ملنے سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کی۔

اتنی کامیابیاں اور ایوارڈز ملنے کے باوجود مہدی کبھی متکبّر نہیں ہوا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ Humble ہوتا جا رہا تھا اور عاجزی اور بڑھ گئی تھی۔ آنکھوں میں گہری سوچ اور اداسی رہتی تھی۔ کافی عرصہ سے شاعری کر رہا تھا۔ اس کی شاعری میں خدا تعالیٰ کو پانے کی تڑپ اور اس کی محبت نمایاں نظر آتی ہے جیسا کہ اس کے لکھے ہوئے ان شعروں سے ظاہر ہے:

ہو نصیب جس میں یارب
تیرے پیار کا وہ لمحہ
تیری دید کی وہ ساعت
ملیں اس طرح سے ہم تم
کوئی نہ درمیاں ہو
ہو وصال پھر کہ ایسا
جسے چھو سکیں نہ ہرگز
کبھی ہجر کی ہوائیں

اس کے علاوہ اس کی شاعری میں شہداء کو خراجِ عقیدت اور روحانی انداز نظر

آتا ہے۔ اس نے اسے دو حصّوں میں تقسیم کیا تھا۔ شاعری کی ایک کتاب ''برگِ خیال'' شہادت سے چند دن پہلے ہی پبلشر کے حوالے کی تھی اور دوسری کتاب جس میں خلفاء سے محبت، شہدائے احمدیت اور جماعت سے متعلق نظمیں تھیں، اس کا مسّودہ ابھی زیرِ غور تھا اور جلد ہی پایۂ تکمیل تک پہنچنے والا تھا۔ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس نیک کام کو جلد ہی کتاب کی صورت میں تکمیل کے مراحل تک پہنچا ئیں۔

پاکستان میں 26 مئی کی صبح کے تقریباً ساڑھے پانچ بجے اور یہاں رات کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے میرے بہنوئی کا ناروے سے فون تھا...... ایک افسوسناک خبر ہے۔ دل ڈوبنے لگا.... پھر وہ بات نہیں کر پا رہے تھے۔ بڑی مشکل سے وہ کہہ پائے...مہدی کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مہدی کی طرف تو میرا دھیان گیا ہی نہیں۔ مہدی جس کے ساتھ مَیں نے ہوش سنبھالنے سے لے کر بڑے ہونے تک دن رات گزارے.... وہ میرا پیارا بھائی تھا جس کے چھوٹے سے غم سے مَیں بے چین ہو جاتی...مَیں ہی نہیں پورا خاندان اس سے محبت کرتا تھا۔ ایک جھٹکے سے سب کا پیار چھوڑ کر وہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملا جس کی محبت اس کے دل میں بسی تھی۔ اس نے لکھا:

تیری اک جھلک کی خاطر
مَیں دو جہاں لُٹا دوں
یہ کیا ہے جاں لُٹا دوں

اور واقعی میں تم نے ایسا کر دکھایا کہ ربوہ کی سرزمین پر بہشتی مقبرہ میں اپنے پیاروں کی قبروں کے سامنے جا کر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

تم اپنے پیارے بچے عبداللہ، ہاشم اور اشعر کو چھوڑ کر جن پر تم اپنی جان لٹاتے تھے.... سب کو غمگین چھوڑ کر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے ہمیشہ کے لئے.....

تمہارے گھر کی لائبریری میں Graduation کا گاؤن پہنے ہوئے تمہاری بڑی سی تصویر لگی تھی..... بہت سارے ایوارڈز اور تمہاری جمع کی ہوئی بہت سی کتابیں.... ادبی، دینی اور شاعری کی کتابیں، کچھ ہاتھ سے لکھے ہوئے کاغذ اور پانی کی آدھی پی ہوئی بوتل بھی اسی طرح پڑی تھی۔ فائل میں اپنے ضروری کاغذات ترتیب سے رکھے تھے۔ ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھا تھا:

ضبطِ غم روک رکھا ہے    اب وہ آنسو ٹپکنے والا ہے
یہ کشمکش ہست اور بود کی   واللہ    تو نے کس امتحاں میں ڈالا ہے

تم نے شہادت پائی اور خدا تعالیٰ کی مغفرت کی چادر نے تمہاری روح کو لپیٹ لیا ہے۔ تمہیں پل پل خدا تعالیٰ کے پیار کی ٹھنڈک نصیب ہو...تم تو وہاں چلے گئے جہاں سکون ہی سکون ہے..... یہاں تمہارے بچوں کے روشن چہروں اور مسکراتی آنکھوں میں اب دُکھ اور حیرانی ہے.... تین سالہ اشعر جو سارا دن تمہارا انتظار کرتا تھا اور گھر آنے پر تمہارا پیچھا کرتا تھا..... اس کی امید دِن میں کئی بار بنتی اور ٹوٹتی ہے۔ گاڑی کو دیکھتا ہے تو آنکھیں چمک اٹھتی ہیں اور پھر اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے کہ بابا جاب پر ہیں..... ہاشم سمجھ اور نا سمجھی کی حالت میں سارا دن سوچوں میں الجھتا رہتا ہے.... عبداللہ جس کا انداز، سوچ اور شخصیت تمہاری طرح ہے، جس کی تربیت تم نے کی ہے.... اتنی چھوٹی عمر میں ہی وہ بہت سمجھدار اور مدبّر نظر آتا ہے۔ لگتا ہے ان دو ہفتوں میں اس نے شعور کے بیس سال طے کر لئے ہیں۔

16 سال پہلے تم نے عبداللہ کی پیدائش پر اس کی البم کے پہلے صفحہ پر لکھا تھا:

''رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً''

''سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں جس نے ہمیں یہ خوبصورت تحفہ عبداللہ عطا فرمایا۔ ہم اس کی لمبی اور صحت والی زندگی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اللہ اسے انسانیت کے لئے فائدہ مند انسان بنائے اور اسے غریب اور بیمار لوگوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ اپنے نام ''عبداللہ'' کی طرح خدا تعالیٰ کا سچا خادم بنے۔ خدایا تیرا شکر ہے''۔

خدا کرے کہ ان تینوں کی آنکھوں کے ستارے اسی طرح چمکتے رہیں اور تم نے جو خواب ان کی تربیت اور کامیابیوں کے دیکھے تھے وہ سچ ہو جائیں۔ تم یقیناً اپنے آپ کو خوش قسمت ترین انسان سمجھتے اگر تمہیں یہ اندازہ ہوتا کہ خلیفۂ وقت نے تمہارے لئے اور تمہارے بیوی بچوں کے لئے کتنی دعائیں کی ہیں، پوری جماعت نے تمہارے لئے رو رو کر دعائیں کی ہیں۔ تمہاری جماعت اور تمہارے خاندان کو تم پر فخر ہے۔ تمہاری شہادت نے غیر معمولی طور پر احمدیت کا پیغام پوری دنیا میں پہنچا دیا۔ خدا تعالیٰ تمہاری اس عظیم قربانی کو قبول کرے، تمہارے بچوں کو اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لے اور ان کے دُکھی دلوں میں دائمی خوشیاں بھر دے۔ آمین

Ohio کی مسجد میں مہدی نے کچھ کیلیگرافی خود کی تھی اور کچھ ہادی بھائی سے لیکر سجائی تھی اور دونوں نے مل کر اس مسجد کی تزئین و آرائش کا کام کیا۔ بہت خوبصورتی سے قرآن کی آیات مسجد کے اندر چھت پر اور باہر دیواروں پر لکھی ہیں...... مسجد کے ایک ہال میں بڑا سا Banner تھا جس پر دنیا کا نقشہ تھا اور اوپر لکھا تھا ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''۔ بتایا گیا کہ جب حضور انور ایدہٗ اللہ تعالیٰ وہاں تشریف لے گئے تھے تو مہدی نے یہ پوسٹر بنایا تھا۔ پھر اتفاق سے جو Slides وہ دکھا رہے تھے تو ان میں اسی پوسٹر پر مہدی یہ لکھتا ہوا نظر آ رہا تھا کہ

''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

# خُلد میں آشیاں مبارک ہو

## (ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید کے لئے ایک نظم)

ارشاد عرشی ملک

تجھ پہ لاکھوں سلام ہوں مہدی
تجھ سے رشتہ تھا احمدیت کا
تجھ سے رشتہ مسیحؑ کی بیعت کا
یہ وہ رشتہ ہے جس کو مولا نے
فضل و احسان سے بنایا ہے
اپنے دل شرق وغرب میں ہر پل
ایک ہی تال پر دھڑکتے ہیں
تن پہ گر ایک کے خراش آئے
سب کے دل درد سے تڑپتے ہیں

---------------

راہ تو نے چُنی تھی خدمت کی
دل کے روگوں کا تو مسیحا تھا
گو کہ حساس دل تھا، شاعر تھا
دل کی جراحتوں کا، ماہر تھا
تو تھا راہِ فلاح کا راہی
تو تھا راہِ صلاہ کا راہی
دین و دنیا میں بھی معزز تھا
آخرت میں بھی پا گیا اعزاز
کر گئی موت تجھ کو سر افراز

---------------

گو کڑی دھوپ میں ترا لاشہ
سب نے دیکھا پڑا تھا مٹی پر
دیکھ پائیں نہیں مگر آنکھیں
اس پہ سایہ فگن ملائک تھے

تو نے عہدِ بیعت نبھایا ہے
جسم و جاں کو لہو لہو کر کے
عشق کا تو نے کر دیا سجدہ
اپنے ہی خون سے وضو کر کے

---------------

وہ قمر جو یہاں غروب ہوا
اگلی دُنیا میں ہو گیا ہے طلوع
اور تمغہ رضائے باری کا
اپنے مہدی علی کے زیبِ گلو

---------------

تُو نے پائی حیات لافانی
موت ویسے تو سب کو ہے آنی
یہ مسافت طویل تھی بے شک
قُربِ رب کے حصول کی عرشی
ایک ہی جست میں مگر تو نے
اپنی منزل کو پا لیا پیارے
تجھ کو تکتے ہیں رشک سے سارے

---------------

عمر یہ جاوداں مبارک ہو
خُلد میں آشیاں مبارک ہو
صحبتِ انبیاء مبارک ہو
صحبتِ صادقیں مبارک ہو
لُطف لو صحبتِ شہیداں کا
صحبتِ صالحیں مبارک ہو

---------------

# اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو اُس یار کے لئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو

(درثمین)

زاہدہ خانم

اللہ تعالیٰ سورۃ الذّریٰت آیت ۵۷ میں فرماتا ہے "ہم نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔" انسان تمام مخلوقاتِ ارضی وسماوی میں اللہ تعالیٰ کی وہ تخلیق احسن ہے جسکی پیدائیش کی غرض وغائیت صرف اور صرف عبادتِ الٰہیہ اور تعلّق باللہ بتائی گئ گویا انسان ہی کو اشرف المخلوقات کا اعزاز بخشا گیا ہے۔

آیئے اب جائیزہ لیں کہ کون سے لوگ عباد الرحمان اور مقربین ہیں جو کہ اس دار فانی میں پیدا ہو کر دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس چندروزہ زندگی سے الگ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہوتے ہے اور کون سے وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی کا مقصد فراموش کرتے ہوئے صرف کھانا پینا اور سونا، مال و دولت کی حرص میں ہی اپنی عطا کردہ زندگی کو ضایع کر دیتے ہیں وہ ہرگز خدا تعالیٰ کی رضاء اور اپنی زندگی کا مقصد کبھی حاصل نہیں کر سکتے پھر بوقتِ وفات صرف حسرت ویاس سے یہی شعر ان پر صادق آتا ہے

؎ وائے حسرت کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

اس فانی اور عارضی دنیا کے بارہ میں چند آیات قرآنی پیش خدمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس دنیاوی زندگی کی بے ثباتی اور کم مائیگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

ا۔ اور جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل کود اور نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا ایسا ذریعہ ہے جو اعلیٰ مقاصد سے غافل کردے۔

(پارہ نمبر ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۲۱)

۲۔ اور ایک دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے "اور درحقیقت تم دنیوی زندگی کو پسند کرتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔" (پارہ نمبر ۳۰ سورۃ اعلیٰ آیت ۱۷۔۱۸)

۳۔ اور یہ دنیاوی زندگی غفلت اور کھیل تماشہ کے سوا کچھ بھی نہیں اور آخرت کا گھر ہی دراصل حقیقی زندگی ہے کاش وہ جانتے"

(پارہ ۲۱ سورۃ العنکبوت آیت ۶۵)

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی سے واضح ہوجاتا ہے کہ وہ عارضی اور فنا ہونے والی زندگی جسکے حصول کے لیے اکثریت ساری زندگی ضائع کر دیتی ہے وہ بے سود و بے حقیقت ہے اور یہ دنیاوی زندگی محض کھیل کود اور تمام نفسانی خواہشات کو حاصل کرنے کا وہ دھوکہ ہے جو انسان کو اعلیٰ مقصدِ حیات یعنی تعلق باللہ اور عبادت الٰہی سے یکسر غافل کر دیتا ہے۔ اور اس دنیاوی آرزوؤں کی تکمیل کے لیے اگر انسان اپنی ساری زندگی بھی گزار دے اسکی اہمیت مکڑی کے گھر جیسی ہے جو کہ ہر گھر سے زیادہ کمزور ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے علاوہ دنیاداروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے "اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف دنیاوی وسیلے اختیار کئے اور غیر اللہ کو اپنا کارساز بناتے رہے انکی مثال مکڑی کی طرح ہے اس نے بھی تو ایک گھر بنایا تھا اور بے شک تمام گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا ہی ہوتا ہے"۔

(سورۃ العنکبوت پارہ ۲۱ آیت نمبر ۴۲)۔

## فانی دنیا کی بے ثباتی کے بارہ میں احادیث نبوی ﷺ کی تعلیم :

ا۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے میرے کندھوں کو پکڑا اور فرمایا تو دنیا میں ایسا بن گویا تو پردیسی ہے یا راہ گزر کا مسافر ہے۔ (از حدیقۃ الصالحین)

۲۔ حضرت ابوھریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا مومن

کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ (از حدیقۃ الصالحین)۔
۳۔حضرت سہیلؓ بیان کرتے ہیں کہا یک شخص نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ مجھے ایسی نصیحت کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرنے لگے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اسکی حرص چھوڑ دو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔(از حدیقۃ الصالحین)

## دنیاوی زندگی کی بے ثباتی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زریں تعلیمات۔

ا۔ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دنیاوی مصائب کی کہانی شروع کی اور اپنے طرح طرح کے ہمّ وغم بیان کئے حضرت مسیح موعودؑ نے بہت سمجھایا اور فرمایا" ہمہ تن دنیاوی امور میں کھویا جانا یہ خسارت آخرت کا موجب ہوتا ہے اور اس قدر جزع فزع مومن کو نہیں چاہیے۔" مگر وہ زور زور سے رونے لگا جس پر آپؑ نے سخت ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور سخت ناراضگی سے فرمایا" بس کرو میں ایسے رونے کو جہنم کا موجب جانتا ہوں میرے نزدیک جو آنسو دنیاوی ہم وغم میں گرائے جاتے ہیں وہ آگ ہیں جو بہانے والے ہی کو جلا دیتے ہیں میرا دل سخت ہو جاتا ہے ایسے شخص کے حال کو دیکھکر جو دنیا کی تڑپ میں کڑھتا ہے۔"(از ملفوظات جلد اوّل صفحہ نمبر ۳۲۵)۔
۲۔پھر فرمایا" دنیا کی دولت اور سلطنت رشک کا مقام نہیں بلکہ رشک کا مقام دعا ہے۔"(ملفوظات جلد ا صفحہ ۲۳۹)
۳۔"دنیا اور دنیا کی خوشیوں کی حقیقت لہوولہب سے زیادہ نہیں کیونکہ وہ عارضی اور چندروزہ ہیں اور ان خوشیوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا سے دور جا پڑتا ہے لہو میں کھانے پینے کی تمام لذتیں شامل ہیں انکا انجام دیکھو کہ بجز کثافت کے اور کیا ہے دنیا کی زینت ،سواری ،عمدہ مکانات پر فخر کرنا یا حکومت وخاندان پر فخر کرنا یہ سب ایسی ہیں جو رنج دیتی اور طبعیت کو افسردہ اور بے چین کر دیتی ہیں لیکن حقیقی لذّت صرف خدا کے تعلق میں ہے اسکو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اسے ہی پاؤ کہ حقیقی اور اصل لذّت وہی ہے۔"(ملفوظات جلد ا صفحہ نمبر ۲۱۱)
۴۔"بعض لوگ حکومت سے بظاہر اطمینان اور سیری حاصل کرتے ہیں بعض کی تسکین کا موجب انکا مال اور عزت ہو جاتی ہے اور بعض اپنی خوبصورت اور ہوشیار اولاد کو دیکھ دیکھ کر بظاہر مطمئن ہوتے ہیں مگر یہ لذّت اور انواع واقسام کی لذّاتِ دنیا انسان کو سچا اطمینان اور سچی تسلی نہیں دے سکتیں۔ بلکہ ایک ناپاک حرص اور طلب پیدا کرتی ہیں یہاں تک کہ انکو ہلاک کر دیتی ہیں۔یہ زر وجواہر، یہ دنیا اور اسکے دھندے اسکی سچی راحت کا موجب نہیں ہوتے بلکہ سچی راحت اور خوشحالی صرف اللہ تعالیٰ کے تعلق ہی میں ہے۔"(ملفوظات جلد ا صفحہ ۱۱۱)
۵۔"بعض لوگوں کی کوششیں اور تدبیریں محض دنیا کمانے کی خاطر ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ بڑی بڑی پینشنیں پالیتے ہیں پھر بھی بس نہیں کرتے۔اندر ہی اندر اسی جستجو میں رہتے ہیں اب کوئی خطاب ہی مل جائے لیکن جونہی یہ مال ومتاع چھوٹتا نظر آتا ہے اور موت سر پر آجاتی ہے تب ہاتھ ملتے ہیں۔
اس دنیا کی محبت کا آخری نتیجہ دکھ ہوتا ہے کہ اوہو کیا یہی دنیا تھی جس کے لیے ہم مارے مارے پھرتے تھے اور ہر وقت اسی کی فکر اور غم میں مبتلا رہتے تھے۔اور اس وقت سخت دکھ اور پریشانی ہوتی ہے اور اسی میں جان نکل جاتی ہے"۔(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۴۶۷۔۔۴۶۸)
۶۔فرمایا"لوگ دنیا کا حساب وکتاب کس قدر محنت سے یاد رکھتے ہیں لیکن اپنی عمر کا حساب نہیں رکھتے کہ اب عمر کا کتنا حصّہ باقی رہ گیا ہے اور زندگی کا اعتبار ہی کیا ہے."
پھر فرمایا کہ دنیا اور اسکے ہم وغم میں ایک دنیا دار ایسا غرق ہوتا ہے کہ انجام کا راسے بھولے سے بھی خیال نہیں آتا اور جسطرح ایک خارش والا بس نہیں کرتا جب تک کہ خون نہ نکل آوے اسی طرح دنیا داروں کا حال بھی خارش کی طرح ہے۔اسی طرح وہ بھی سیر نہیں ہوتے اور کتے کی طرح اپنا خون آپ پیتا ہے اور نہیں جانتا کہ دنیا کی زندگی چیز ہی کیا ہے۔(ملفوظات جلد ۹ صفحہ نمبر ۴۶۹)
۷۔ایک اور جگہ فرماتے ہیں" ہم نے اس مردار اور ظالم دنیا کو طلاق دے دی ہے۔" پھر فرمایا" خدا کی قسم ہم نے کبھی اس دنیا کا غم دل کو نہیں لگایا"۔(از مشعلِ راہ جلد اوّل)
۸۔کشتئ نوح میں فرماتے ہیں" کیا ہی دشوار گزار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر انکے لیے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم اس آگ میں اپنے محبوب کے لیے جلیں گے وہ اپنے تئیں اس آگ میں ڈال لیتے ہیں جو خدا کے لیے اس آگ میں

پڑتے ہیں وہ نجات دیئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفسِ امّارہ کے لیے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لیئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور بد بخت ہے وہ جو اپنے نفس کے لیے خدا سے جنگ کرتے ہیں۔" (کشتئ نوح صفحہ ۳۳۔۳۲)

۹۔رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں "دنیا کی لذّتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لیئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذّت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔" (از رسالہ الوصیت صفحہ ۷)

۱۰۔ پھر فرمایا "دیکھو میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس کے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لیے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لیئے اور کچھ دنیا کے لیے پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری عبادتیں عبث ہیں اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔" (از الوصیت رسالہ صفحہ ۸)

۱۱۔کشتئ نوح میں فرماتے ہیں "وہ جو دنیا پر کتوں اور چیونٹیوں اور گِدھوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے وہ جو اس کے لیئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اسے ملے گا تم سچّے دل اور پورے صدق اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے" (کشتئ نوح صفحہ ۱۷)۔ پھر فرمایا "جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں اور جو شخص دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔" (کشتئ نوح صفحہ ۲۴)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان پارہ نمبر ۲۱ آیت ۳۴ میں فرماتا ہے "پس اے لوگو تمہیں دنیاوی زندگی ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے۔"

قارئینِ کرام۔۔۔ ذرا اس مادی اور فنا ہو جانے والی زندگی پر طائرانہ نظر دوڑا کر تو دیکھیں کہ لحہ بہ لحہ ہر چیز فنا کی طرف رواں دواں ہے ہر واقعہ ہمارے لیے دھوکہ اور فریب کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ انسان شادی کرتا ہے کہ میاں بیوی دونوں میں سے کوئی ایک یا پھر دونوں ہی وفات پا جاتے ہیں یا آئے دن کے حادثات میں نئی نویلی دلہن اور دلہا جن کی شادی ہوئے چند یوم ہی گزرے تھے کہ حادثات کا شکار ہو کر نئی زندگی کے ادھورے خواب دلوں میں لیے ہنی مون پر جاتے ہوئے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں جیسا کہ ابھی حال ہی میں بھوجا فلائیٹ میں نیے شادی شدہ جوڑے سمیت ۱۲۷ افراد اچانک موت کی وادی میں چلے گئے۔ مارگلہ کی پہاڑیوں پر جہاز کریش ہونے کا المناک واقعہ کسے یاد نہیں اسقدر ہولناک دنیا کی حالت ہے کہ ایک لمحے کی خبر نہیں کہ کیا سے کیا ہو جائے گا۔

علاوہ ازیں اس مادہ پرستی کے دور میں اولادیں ہاتھوں سے نکل رہی ہیں اور والدین کے لیے اسقدر عذاب بن رہی ہیں کہ اکثر والدین کو میں نے خود کہتے سنا ہے کہ کاش ایسی بد بخت اولاد پیدا ہی نہ ہوتی۔ ہاں اگر خوش قسمتی سے کسی کی اولاد صالح اور انتہائی لائق نکل بھی آتی ہے تو اچانک کسی حادثے کا شکار ہو کر یا المناک خطرناک بیماری سے وفات پا جاتی ہے کہ والدین ہاتھ ملتے ہی رہ جاتے ہیں جیسا کہ گزشتہ دنوں ارفع کریم کامیابیوں کی انتہائی منازل طے کرتے ہوئے اچانک والدین کو داغِ مفارقت دے گئی۔ کیا یہ فانی خوشیاں دھوکہ نہیں تو اور کیا ہیں۔

قارئینِ کرام۔۔۔ گھروں سے ہنسی خوشی ٹرپ پر جانے والے بچے خوشیوں کا سازوسامان لیے نکلتے ہی حادثہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے معصوم بچوں کے منتظر والدین کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ جاتی ہے۔ جیسا کہ کلر کہار جانے والے بچوں کا ٹرپ اسی المناک حادثہ سے فانی دنیا کی بے ثباتی کا درس دے گیا۔

پھر آجکل خوفناک دنیا اسقدر فنا کا نقشہ پیش کر رہی ہے کہ صبح گھر سے نکلا انسان ابھی اپنے بچوں کو سکولوں اور کالج میں چھوڑ کر واپس ہی آ رہا ہوتا ہے کہ دہشت گردوں کی ظالم گولیوں کا نشانہ بن کر شام کو اسکی لاش ہی گھر آتی ہے۔ اور اب تو یہ خوفناک حالات ہر طرف کیا پاکستان اور کیا یورپ اور کیا ایشیا ہر طرف ہی نظر آتے ہیں۔

اسی لیے پیارے مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا۔

"اے یورپ کے رہنے والو تم بھی امن میں نہیں اے ایشیا کے رہنے والو تم بھی امن میں نہیں اے جزائر کے رہنے والو کوئی بھی امن میں نہیں" یعنی ہر طرف فنا ہی فنا ہے۔ آپؑ کا ایک الہام ہے "میں ہر طرف موتا موتی کا عالم دیکھتا ہوں" پھر فرمایا" جو آج زمین کے اوپر ہے وہ کل زمین کے نیچے ہے۔" پیارے مسیح موعود علیہ السلام کی تمام پیشگوئیاں حرف بہ حرف کس شان سے پوری ہو رہی ہیں اور علی الاعلان صدا دے رہی ہیں

؎ آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے

وہ جو رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

قارئین ِ اکرام ۔۔اس فانی دنیا کا ایک لمحہ بھی تو امن میں نہیں کہیں قتل وغارت ہے تو کہیں ٹارگٹ کلنگ اور دہشتگردی کا خوفناک نظارہ ۔۔کہیں اغواء برائے بھاری تاوان ہے تو کہیں صنف ِ نازک سے زیادتی کا عالم ۔پھر والدین کی وہ بد بخت اولاد جو اس مادہ پرستی کے دور اور میڈیا انٹرنیٹ کا گند دیکھ کر اس قدر والدین کے لیے اذیت کا باعث بن گئیں ہیں کہ بیوہ مائیں بھی اپنی عرصہ دراز کی محنت سے ہاتھ دھو بیٹھی ہیں اور بڑھاپے کی آخری گھڑیاں جوان اولاد کی موجودگی میں بے بس حسرت ویاس کی تنہائی میں زندگی گزار رہی ہیں ۔کیا اس فانی دنیا سے دل لگائے بیٹھے ہو جہاں نہ بیوہ ماں کی قدر ہے نہ ہی یتیم بچوں کا کوئی پرسان ِ حال ہے کیا اس ناپائیدار زندگی سے دل لگائے بیٹھے ہو جہاں رشتوں کی تمام قدریں پامال ہو چکی ہیں بھائی بہن کا دشمن ہے ۔بہن اپنی ہی بہن کی حاسد ہے گویا کہ خونی رشتوں میں ہی سفیدی شامل ہو چکی ہے ۔ پھر آئے دن خطرناک اور موذی بیماریوں نے انسان کا جینا محال کر دیا ہے گویا کوئی بھی سکون کی گھڑی نظر نہیں آتی صرف اور صرف اس مادہ پرستی کے دور میں یاد ِ الٰہی اور احمدیت کے جھنڈے تلے ہی سکون ہے جو صرف بانی ِ سلسلہ کی شرائط بیعت اور آپ کی تمام تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی مل سکتا ہے ۔

جیسا کہ حضور فرماتے ہیں ۔

؎ صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے

ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

اسلام ہمیں رھبانیت کا حکم ہر گز نہیں دیتا بلکہ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ جو زمین کا مالک ہو کر اسکی نگرانی نہیں کرتا وہ بھی پوچھا جائے گا بلکہ اس فانی دنیا میں رہتے ہوئے تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنا اور روزمرّہ کاموں کے دوران بھی زندگی کا ہر لمحہ یاد ِ الٰہی میں گزارنا ہی اصل کامیاب زندگی کا راز ہے ۔

دنیاوی نقصانات سے دل برداشتہ ہو کر اسی صدمے سے مر جانا بھی کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ حضور انور نے اپنے خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۷ اپریل 2012 میں فرمایا ہے کہ ایک زمیندار نے طوفان اور تیز بادوباراں سے اپنا کھیت برباد ہوتا دیکھ کر اسی صدمہ میں ہارٹ فیل سے جان دے دی ۔اسی لیے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے "میں کہتا ہوں کہ دنیا کچھ چیز نہیں میں پھر کہتا ہوں کہ دنیا کچھ چیز نہیں ."

آپؑ فرماتے ہیں "ایک ذرہ بدی کا بھی قابل پاداش ہے وقت بہت تھوڑا ہے اور کارِ عمر ناپیدا تیز قدم اٹھاؤ جو شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیاں کاری کا موجب ہو یا پھر سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو کہ شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو" (کشتیٔ نوح صفحہ ۳۴) ۔

انسان فانی اور لاشئے محض ہے کسی چیز کو بھی بقا نہیں ہے سوائے ہستیٔ باری تعالیٰ ہر چیز مٹ جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہر چیز ہلاک ہو جائے گی سوائے اللہ تعالیٰ کے "۔تو پھر اس فانی اور ناپائیدار زندگی سے دل لگانے کا کیا فائدہ ؟ کہیں اولاد کا غم لگا کر لوگ مر رہے ہیں تو کہیں خطرناک موذی امراض میں انسان ہم وغم لگائے حسرت ویاس کا شکار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ پارہ نمبر ۳۰ سورۃ التکاثر میں فرماتا ہے " اے انسان تجھے مال ودولت کی حرص میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دوڑ نے اسقدر غافل کر دیا ہے کہ تم مقابر میں جا پہنچے "مرنے کے بعد تو اس فانی دنیا کو کون الوداع نہیں کہتا مگر آفرین ہے ان خوش نصیب لوگوں پر جو مرنے سے پہلے ہی محبت ِ الٰہی میں فنا ہو جاتے ہیں اور اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس سے الگ رہتے ہیں ۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں "اگر تم دین کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے بھاگو گے تو تمہیں نہ خدا ملے گا نہ دنیا مگر اگر تم دنیا کو چھوڑ کر خدا سے مضبوط تعلق رکھو گے تو دنیا بھی تمہارے قدموں میں ہو گی ."

پس تمام آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ اور ارشادات عالیہ سے اس ناپائیدار اور فانی زندگی کی اصل حقیقت کا سارا نقشہ ہمارے سامنے ہے اور عیش وعشرت کی زندگی اور ڈھیروں مال ودولت سے ہر گز اللہ تعالیٰ نہیں مل سکتا صرف اور صرف تکالیف اور رنگ رنگ کی آزمائشوں اور خدائی امتحانات میں ثابت قدم رہنے اور ہر وقت ہر حال میں راضی برضا رہ کر زندگی گزارنے سے قادر وتوانا مطلق خدا سے پختہ تعلق قایم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

؎ تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول

تا تم پہ ہو ملایکۂ عرش کا نزول

پھر فرمایا

" زردہ پلاؤ کھانے والے اور ہر طرح کی عیش وعشرت والی زندگی گزارنے والے ہر گز خدا تعالیٰ کو نہیں پا سکتے یہ ایک کٹھن راہ ہے جو دشوار گزار راہوں پر چلنے والوں کو ملتی ہے "(ملفوظات جلد اوّل) ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں ہر ابتلاء اور آزمائش میں راضی برضا رہ کر ثابت قدمی عطا کرے اور اس فانی ناپائیدار زندگی سے بے رغبتی عطا کرے آمین۔

حضور اپنے منظوم کلام میں اس بے ثبات زندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

؎ اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زادِ راہ لے لو کچھ کام میں گزارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

جی مت لگاؤ اس سے دل کو چھڑاؤ اس سے
رغبت ہٹاؤ اس سے بس دور جاؤ اس سے
یارو یہ اژدھا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے لوگو عیشِ دنیا کو ہرگز وفا نہیں
کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ وفا نہیں"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام تعلیمات پر چلتے ہوئے مکروہاتِ دنیا سے محفوظ رکھے آمین۔

(ٹائپنگ: قرۃ العین تالپور)

# جلسہ سالانہ جرمنی مبارک ہو

## عادل بٹ

یہ جلسے پیارے ہمارے الفتوں کے منارے — ملتے ہیں جہاں سب محبت سے سارے
امام وقت نے امن کا پرچم لہرایا — بکھر گئے ہر سُو چاہت کے نظارے
ترقی کی شاہراہوں پر رواں دواں ہیں — مسیح پاک کی دعاؤں کے سہارے
آج ہم ہی کو نصیب ہے یہ اطاعت امام کی — تائید الٰہی کے یہ چھلکتے ہوئے لشکارے
منکر حق کا تکبر خاک میں مل گیا — تکذیب کرنے والے عذاب میں بیچارے
امام ہمارا دعوتِ حق کا ہے آج منادی — ہمہ وقت مل کر احمدی لبیک یا سیدی پکارے
ہر احمدی سرشار ہے حبِ مصطفیٰ ﷺ میں — عشق رسول ﷺ میں جان اپنی وارے
مہدی کی تبلیغ کو پھیلانا ہے خدائی وعدہ — پیغام احمد پہنچ گیا دنیا کے کنارے
دعویٰ باطل کا تھا صدائے حق دبانے کا — مخالف رہ گئے ملتے ہاتھ سارے
قادیان سے ربوہ اور اب ساری دنیا ہماری — احمدی ہی ہیں دنیا میں دین حق پھیلا رہے
دیس بدر کرکے ظلم کی حد تک پابندی — ظالم تو حسرت سے اب کشکول لہلہارے
ایم ٹی اے کی بدولت تبلیغ حق گھر گھر — افق پر بلند ہو رہے ہیں خلوص کے نعرے
امن کی صدا مہدیٔ آخر الزماں کی صدا ہے — گونج رہے ہیں غلام احمد کی جے کے نقارے

# شہیدِ انسانیت ڈاکٹر مہدی علی

قرۃ العین تالپور

وہ تم کو حسینؑ بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو !

دنیا اسوقت جس کرب وبلا سے گزر رہی ہے اسکا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دن نہیں بیت پاتا کہ دنیا کے کسی نہ کسی کونے سے دکھ، درد، رنج والم، قتل وغارت گری، فساد اور تباہ کاریوں میں گھرے لوگوں کی آہ وبکا خبروں کے ذریعے ہم تک نہ پہنچتی ہو۔

اس دور میں میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے جہاں پلک جھپکتے خبریں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچتی ہیں وہیں حادثات کے وقوع ہونے کے اسباب، انکے اثرات اور پھر انکے بارے میں رائے عامہ بننے میں دن یا گھنٹے نہیں بلکہ چند لمحے لگتے ہیں۔

26 مئی 2014ء کی صبح پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ایک شہر ربوہ میں جس طرح دن دیہاڑے انسانیت کے ایک علمبردار، باغِ احمدیت کے خوش رنگ اور مہکتے گلاب ڈاکٹر مہدی علی کو شہید کیا گیا اس خبر نے دنیا کے تمام براعظموں میں درد کی ایک لہر دوڑا دی۔ کیا اپنے اور کیا پرائے، اس مسیحا کے دوست احباب ہوں یا اس سے علاج کروانے والے مریض سب ہی اس اندوہناک خبر سے سکتے میں آ گئے !

پاکستان میں مذہب اور فرقہ واریت کے نام پر نفرتیں پھیلانے کا یہ کراہت آمیز کام کچھ نیا نہیں۔ جو شخص بھی پاکستان کی تاریخ کے بارے میں جانتا ہے وہ بتا سکتا ہے کہ کس طرح پاکستان دشمنوں نے سر چودھری ظفر اللہ خان اور بانی پاکستان محمد علی جناح کے درمیان دوریاں لانے اور نفرتیں پھیلانے کے لئے سر توڑ کوششیں کیں۔ قائداعظم کی حیات میں فرقہ بندی کی بیل منڈھے نہ چڑھی مگر پاکستان کی بدنصیبی کہ قائد پاکستان بننے کے جلد بعد انتقال کر گئے اور یوں قیامِ پاکستان کے دشمنوں کو اس نوخیز ملک میں احمدیت دشمنی کے بیج بونے کا بھی موقع مل گیا اور پھر ہر گزرتے سال میں اس نفرت انگیز پودے کو ہر پل گرتی حکومتوں، محلاتی سازشوں اور ملاں کی کارستانیوں نے ایک قد آور درخت بنا دیا۔ 1953ء اور پھر 1974ء کے فسادات نے احمدیوں کو جانی اور مالی نقصان تو ضرور پہنچایا مگر یہی قربانیاں ہمیں ایمان میں مضبوط بنا گئیں اور تبلیغ کے ان گنت مواقع بھی پیدا ہوئے۔ 1974ء کی قومی اسمبلی نے احمدیوں کو کافر قرار دے کر جہاں ملک کی جڑوں کو ہلا دیا وہاں 1984ء میں ایک فوجی غاصب نے اپنی من مانی کرتے ہوئے ایک آرڈیننس پاس کیا جو کے بعد میں آنے والی 1985ء کی پارلیمنٹ نے آئین کا حصہ بنا دیا۔ یہ قانون پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی کے نام پر "قانونی قتل وغارت" کا آغاز بنا۔ اب حال یہ ہے کہ مسلمانوں، غیر مسلموں سب پر اس اندھے، گونگے اور بہرے قانون سے وار کئے جاتے ہیں، نہ کہیں شنوائی ہوتی ہے نہ دادرسی۔

پچھلی کتنی ہی دہائیوں سے دنیا پاکستان کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر احمدیوں کے ساتھ عقاید کے اختلاف کی بنا پر یہ ظلم وزیادتی ہوتی دیکھ رہی ہے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ جہاں پچھلے 67 سال سے مذہبی انتہا پسند مولویوں، انکے چیلے چانٹوں اور ریاستی اداروں نے اپنی یزیدیت دکھاتے ہوئے احمدیوں پر جور وستم کے پہاڑ توڑے وہیں احمدیوں نے حسینیت کا پرچم بلند کئے رکھا اور اپنی مالی اور جانی قربانیوں کے ذریعے اپنی بہادری، استقلال اور حب الوطنی کو تمام عالم میں سرخرو رکھا ہے

وہ اپنا سر ہی پھوڑے گا وہ اپنا خون ہی پیئے گا
دشمن حق کے پہاڑ سے گر ٹکراتا ہے ٹکرانے دو

آج جب ہم اپنے شہیدوں کا ذکر کرنے کے لیے قلم اٹھاتے ہیں تو ایک سے بڑھ کر ایک نگینہ ہے جس کی چمک دمک اللہ کی محبت کے سائے میں بڑھتی چلی جا رہی

ہے ۔احمدیت کے نام پر شہید ہونے والے ہر نگینے کا نور ہی جماعت کی تبلیغ کو پھیلاتا رہا مگر شہید ڈاکٹر مہدی علی کی جگمگاہٹ نے تو احمدیت کی روشنی کو زمین کے کناروں تک پہنچا دیا ہے ۔اپنی بہترین تعلیمی اور عملی خدمات کی وجہ سے وہ اپنے شعبے کی ایک ہر دلعزیز شخصیت تھے ۔ایک نہایت کامیاب ڈاکٹر اور بنی نوع انسان کی ہمدردی میں ہمہ وقت مصروف ایک غم گسار جنہوں نے یہ جانتے بوجھتے کہ پاکستان کے حالات احمدی مسلمانوں کے لیے سازگار نہیں صرف انسانیت کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرتے ہوئے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ پاکستان جا پہنچے ۔انہوں نے اپنے مولا کے حضور پیش ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو اپنا نصب العین بنایا کہ وطن کی محبت ایمان کا جز ہے ۔ حالات کیسے بھی تھے مگر شہید نے انسانیت اور احمدیت کا سبق نہ بھلایا، اپنے وجود کو بھلا کر، اپنے خاندان کی محبت کو قربان کرتے ہوئے ،غریبوں ،مسکینوں اور لاچار مریضوں کی مسیحائی کرنے پاکستان پہنچ گئے ۔کون جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اس پیارے بندے کی یہ ادا کس قدر بھائی کہ ڈاکٹر مہدی علی کو روحانی انعامات کے اس درجے پر فائض کر دیا جہاں پہنچ کر وہ ہمیشہ ہمیش کی زندگی پا گئے ۔

یہ ضرور ہے کہ شہید کے خاندان ، دوست واحباب اور ساری جماعت کو ہی انکی جدائی کا المیہ بھولے سے بھی نہ بھولے گا لیکن آفرین ہے انکے صبر ورضا کے پیکر خاندان کو کہ جنہوں نے اس پہاڑ جیسے غم کا بہت ہی مضبوط ایمان اور صبر و استقامت سے مقابلہ کیا۔

ظالموں نے آج ہماری جماعت پر ایک اور کاری ضرب لگائی ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والی سچی راہیں دکھانے والے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؂

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

بزدل دشمنِ احمدیت جان لے کہ یہ شہادتیں ہمیں اپنے ارادوں میں مضبوط کرتی ہیں کمزور نہیں ، ہم اپنے مولا کے قریب ہو جاتے ہیں دور نہیں ، ہمارا تعلق اپنی جماعت اور اپنے خلیفہء وقت سے پہلے سے بھی بڑھ کر طاقتور ہو جاتا ہے!

آج جماعت کے ایک نگینے نے اپنی جان اپنے عقاید اور اپنی قوم و ملک پہ نچھاور کر کے احمدیت کی روشنی کو ہر گھر تک پہنچایا ہے ہم بھی اپنے ایمانوں کو منور کرتے ہوئے عہد کرتے ہیں کہ احمدیت اور انسانیت کے لیے قربانی سے دریغ نہیں کریں گے، انشاءاللہ تعالیٰ۔

# یاربّ یہ تیرے احساں

## مبارکہ ابرار

اذنِ سفرِ حرم دیا تُونے — مژدۂ جاں فزا دیا تُونے
مجھ گنہ گار پر یہ لطف و کرم — خانہء کعبہ دکھادیا تُونے
روضہء پاک پر درود وسلام — دی یہ توفیق اے خدا تُو نے
وہ حرم کی زمیں وہ باغِ جناں — جان ودل میں بسا دیا تُو نے
تھے جو رشکِ فلک گلی کوچے — ان میں ہم کو چلا دیا تُو نے
سارا عالم ہے مہبطِ انوار — جلوہ ایسا دکھا دیا تُو نے
دل سے نقشِ دوئی مٹا ڈالا — جامِ وحدت پلادیا تُو نے
ہم کہاں بندگی کے قابل تھے — ہم کو یہ مرتبہ دیا تُو نے
ڈوب ہی جاتے بارِ عصیاں سے — پار ہم کو لگادیا تُو نے
اپنی بخشش سے ہم کو ڈھانپ دیا — کی عطا ہم کو یہ رِدا تُو نے
کردیا دل کو بے نیازِ جہاں — نقش اپنا بسا دیا تُو نے
اپنا سب کچھ وہیں لٹا آئے — بخش دی نعمتِ غِنا تُو نے
مقصدِ زندگی ہے یاد تیری — ہم کو جینا سکھادیا تُو نے
جان و دل دے کے پالیا تجھ کو — کیا ہی پیارا صلہ دیا تُو نے!
اپنی قسمت پہ رشک آتا ہے — کیا تھے ہم کیا بنا دیا تُو نے

# اور یہ ہے میرا پاکستان

امام سید شمشاد احمد ناصر

جماعت احمدیہ سے امتیازی سلوک اور اس کے افراد جماعت کو ظلموں کا تختہ مشق تو شروع ہی سے بنایا جا رہا ہے لیکن 1974ء میں قومی اسمبلی کے ذریعہ وطن عزیز کے ان باسیوں، وطن عزیز سے ان محبت رکھنے والوں کے ساتھ جو ناروا سلوک رکھا جا رہا ہے اس کی مثال دنیا کے کسی خطہ میں بھی نہیں ملے گی۔ اور پھر 1984ء کے ضیاء آمریت کے آرڈیننس نے تو بالکل ہی ان کا اور ان کے مُردوں کا ''جینا'' قبروں میں بھی حرام کر دیا ہے۔ اگر یہی اسلام ہے اور اگر یہی ان کے نزدیک اسلامی تعلیمات پر عمل ہے۔ اور اگر رسول پاک ﷺ کی ان کو یہی تعلیم ہے تو یہ ساری چیزیں انہیں مبارک ہوں۔ مگر ایسا ہرگز نہیں ہے

میں تو جب قرآنی تعلیمات کو پڑھتا ہوں، تو اپنے اور ہمارے آقا سرور کائنات محمد عربی ﷺ کے واقعات اور سیرت کو پڑھتا ہوں تو میرے دل کی عجیب کیفیت ہوتی ہے وہ تو رحمۃ للعالمین ایسے تھے کہ پرندوں پر بھی شفقت رکھتے تھے۔ بیواؤں کا خیال رکھتے۔ جنگوں میں بوڑھوں، بچوں، عورتوں حتّٰی کہ دوسرے مذہب کے مذہبی لیڈروں اور پھر درختوں اور شجر تک کے لئے رحمت اور مودت تھے۔ قربان جاؤں آپؐ پر۔ مگر یہ لوگ ہیں کہ قتل عام اور غارت گری کو اسلام اور رسولِ خدا کا فرمان قرار دے رہے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مئی کے مہینہ میں بڑی ہی تکلیف دہ اور انسانیت سوز حالات سننے اور پڑھنے کا موقعہ ملا۔ ایک احمدی کو پولیس کی حفاظت میں ایک نوجوان نے جا کر گولیوں کا نشانہ بنا دیا کہ اس نے توہین رسالت کی ہے۔ ''بقول بی بی سی'' کے۔ اسے مار کر میں نے جنت کمالی ہے۔

خدا تعالیٰ نے تو ایسے شخص کے لئے جو کسی کا خونِ ناحق کرتا ہے، جہنم کی وعید سنائی ہے۔ پتہ نہیں اسے کس نے جنت میں جانے کا یہ راستہ بتایا ہے کہ قتل کرنے سے انسان جنت میں چلا جائے گا۔ اس سے آپ وطن عزیز میں پروان چڑھنے والوں کی ذہنیت کا اندازہ اور نوجوان نسل کی تربیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیسی ہو رہی ہے۔ اور تو اور یہاں امریکہ سے ایک احمدی ڈاکٹر خدمت انسانیت کے لئے ربوہ جاتا ہے تا کہ طاہر ہارٹ میں جا کر غریبوں کا علاج کر سکے۔ دو دن بعد ہی جب وہ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ قبرستان اپنے عزیزوں کی قبروں پر جا کر دعا کے لئے نکلتا ہے تو اسے 11 گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے؟

اس سلسلہ میں کافی ای میلیں ملی ہیں۔ اور بہت سے امریکہ کے اخبارات اور ٹی وی نے یہ خبر دی ہے۔ پاکستان میں انگریزی اخبار نے تو یہ خبر دی مگر اردو اخبارات چپ سادھے ہوئے ہیں۔

ویسے تو وطن عزیز میں بات بات پر چیف جسٹس صاحب اور وطن عزیز کے ارباب حل و اقتدار نوٹس لیتے ہیں مگر یہاں تو عرصہ 30 سال سے کوئی ٹس سے مس نہیں ہو رہا کہ کیوں احمدیوں کو واجب القتل قرار دیا جا رہا ہے۔ حکومت کو ان سب باتوں کا علم ہے۔ لیکن اس کے باوجود حکومت ملاں کے سامنے بالکل بے بس ہے۔ اور ملائیت کا یہ دیو ہے کہ بس سب کو کھائے جا رہا ہے۔

ہاں تو میں بات کر رہا تھا کہ اس سلسلہ میں یعنی ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب کے بارے میں امریکہ کینیڈا کے اخبارات اور ٹی وی نے بھرپور کوریج دی۔ ایک دوست نے یہ ای میل بھجوائی ہے جس میں مختلف قسم کے سوالات اس قتل پر اُٹھائے گئے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں۔ اس کا عنوان ہے'' جواب دو پاکستان'' اور تحریر ہے مکرم عدیل احمد عامر صاحب کی!

''احمدیہ مسلک سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب کو علی الصبح چناب نگر (ربوہ) میں ان کی بیوی اور بچے کی آنکھوں کے سامنے گولیاں مار کر قتل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب امریکی ریاست اوہائیو کے شہر کولمبس میں کارڈیالوجسٹ تھے اور پاکستان میں انسانی ہمدردی کی بناء پر رضا کارانہ طور پر چناب نگر کے ایک ہسپتال (طاہر ہارٹ سینٹر) میں کام کرنے کی غرض سے آئے تھے۔

اس ہسپتال کے بارے میں پہلے ہی مختلف اوقات میں فتوے جاری کئے جا چکے ہیں کہ یہاں علاج کروانا شریعت کی رو سے حرام ہے اور نفرت انگیز لٹریچر میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ یہاں علاج کروانا کفر کے زمرے میں آتا ہے۔۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

یہ واقعہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ اب تو بولنے سے بھی ڈر لگتا ہے۔قلم اٹھانے سے ڈر لگتا ہے۔گھر سے باہر نکلنے سے ڈر لگتا ہے۔کسی سے ہمدردی کرنے سے ڈر لگتا ہے۔بچوں کو پولیو ویکسین پلانے سے ڈر لگتا ہے اور تو اور اب تو ٹی وی چینلز دیکھنے سے ڈر لگتا ہے کہ فتوئی نہ لگ جائے۔

انہوں نے ڈاکٹر مہدی علی صاحب کے کمسن بیٹے کی طرف سے سوال اٹھایا کہ ان پر گولیاں کیوں چلائی گئیں۔مرے بابا تو لوگوں کی زندگیاں بچاتے تھے۔ وہ تو ڈاکٹر تھے وہ تو یہاں لوگوں کی مدد کرنے کے لئے آئے تھے۔ اور یہ سوال صرف اس بچے کے نہیں ہیں یہ سوال وہ سب بے گناہ کر رہے ہیں جنہیں ان کے شناختی کارڈ دیکھ کر بسوں سے اتار کر مارا گیا۔جنہیں پشاور کے آل سینٹ چرچ میں مارا گیا۔جنہیں گڑھی شاہو میں مارا گیا۔جنہیں گوجرہ میں مارا گیا....یہی وہ سوال ہیں جو سلمان تاثیر کی فیملی کرتی ہے اور یہی وہ سوال ہیں جو راشد رحمان کی بیوہ کر رہی ہے۔اور یہی وہ سوال ہیں جو ہمارے بچے ہم سے کریں گے...

اس سے پہلے کہ نفرت کی یہ آگ پورے معاشرے کو بھسم کر ڈالے پاکستان کو جلد ہی ان سوالوں کا جواب دینا ہوگا۔

جس احمدی کو پولیس اور حوالات میں گولیوں کا نشانہ بنایا گیا ان کا نام خلیل احمد ہے۔تھانے میں پولیس کے مطابق ایک لڑکا ان سے ملنے آیا اور انہیں گولیوں کا نشانہ بنا دیا۔پولیس کے اس بیان پر ہی کتنے سوالات جنم لیتے ہیں۔ کون اس کا جواب دے گا؟

بی بی سی کی خبر کے مطابق ہی صوبہ پنجاب کے علاقے جھنگ میں 68 وکلاء کے خلاف توہین مذہب کا مقدمہ درج کیا گیا اور پنجاب کے وزیر قانون نے اس پر بیان دیا کہ درجنوں وکلاء کے خلاف توہین مذہب کی ایف آر آئی درج ہونا اتنی بڑی بات نہیں۔

بالکل ٹھیک فرمایا جناب وزیر قانون صاحب نے، اسی امتیازی سلوک کا تو میں ذکر کر رہا ہوں کہ ایک احمدی پر یہ مقدمہ ہو تو اسے حوالات میں فوری بند اور پھر بغیر پوچھ گچھ کے، کوئی شخص حوالات میں اندر داخل ہو کر احمدی کو قتل بھی کر ڈالے تو کچھ نہیں۔لیکن باقی لوگوں کے خلاف یہی آرڈیننس ہو اور مقدمہ درج ہو تو انہیں حوالات میں نہیں دیا جاتا۔

پھر ایک اور بات ایسے لوگ جو کسی کو مذہب کے نام پر مارتے اور قتل کرتے ہیں جب انہیں حوالات میں رکھا جاتا ہے تو بڑی شان و شوکت کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔کیوں کہ وہ غازی کہلاتے ہیں۔سلمان تاثیر کے قاتل اور پھر لاہور میں احمدیوں کی 2 مساجد پر جمعہ 28 مئی 2010ء کو جو حملہ ہوا اور 80 سے زائد آدمی لقمہ اجل بنے ان کے قاتلوں کو بھی احمدیہ افراد نے پکڑا اور پولیس کے حوالے کیا۔ان سب کو جیل میں انتہائی عزت سے جہاں پر ہر قسم کی سہولیات میسر ہیں رکھا جا رہا ہے کیوں کہ وہ تو غازی ہیں۔

ادھر پاکستان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کہتے ہیں کہ ملکی قانون کے مطابق کسی بھی مذہب کی توہین کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔پشاور میں گرجا گھر پر حملے اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے بارے میں از خود نوٹس کی سماعت کے دوران چیف جسٹس نے کہا کہ توہین مذہب کا قانون ہر مذہب کی تضحیک پر لاگو ہوتا ہے۔

مارچ کے مہینہ میں لاڑکانہ میں مبینہ طور پر مقدس اوراق کی بے حرمتی کے ردعمل میں ہندو دھرم شالا کو نذر آتش کر دیا گیا تھا۔

جوزف کالونی میں جو عیسائیوں اور ان کے چرچ پر حملہ ہوا، اس بارہ میں بی بی سی اردو کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ

''جوزف کالونی خالی ہوتے ہی پولیس نے ہجوم کو چھٹی دے دی اور پھر شاید ہی کوئی گھر ایسا ہوگا جہاں چار دیواری کا تقدس پامال نہ ہوا ہو۔لوٹ مار کی گئی توڑ پھوڑ ہوئی اور پھر پوری آبادی کو آگ لگا دی گئی۔

سہیل مسیح رکشہ ڈرائیور ہیں ان کا رکشہ بھی جوزف کالونی میں آگ لگنے کی نذر ہوا، اب وہ کرائے کا رکشہ چلاتے ہیں۔سہیل کہتے ہیں مکان تو نئے بن گئے ہیں لیکن یہ آبادی رہنے کے قابل نہیں رہی۔

''پاکستان میں یہ واقعات اس وقت تک ہوتے رہیں گے جب تک کہ توہین مذہب کے قانون میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔تنازعہ تو ایک گھر سے چلا تھا پھر ایک سو تیس (130) گھروں کو کیوں جلایا گیا؟ ہماری انجیلیں بھی جلائی

گئیں ۔ ہمارے مذہب کی بھی توہین کی گئی۔ جلانے والے بھی مسلمان تھے۔ پرچے درج کرنے والے بھی۔ جج بھی مسلمان ہیں''۔

بی بی سی کی خبر میں مزید بتایا کہ اس سے پہلے بھی گوجرہ اور شانتی نگر جیسے واقعات پیش آچکے ہیں۔ آج تک نہ تو ان واقعات سے متعلق حقائق منظر عام پر آسکے اور نہ ہی کسی کو ذمے دار ٹھہرا کر سزا دی گئی۔ کچھ دن ذرائع ابلاغ پر آنے والی خبریں حکام کو سرگرم رکھتی ہیں اور پھر واقعات سرد خانے کی نذر ہو جاتے ہیں۔ اقلیتوں کو انصاف دلانا شاید کبھی ترجیح ہی نہیں رہا۔ یا پھر اکثریت کا دباؤ اتنا ہے کہ ریاستی ادارے بھی بے بس ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں مزید کیا لکھا جائے اور کیا کہا جائے۔ حقیقت تو سب پر واضح ہے۔ جماعت احمدیہ نے 1974ء میں ہی یہ واشگاف الفاظ میں ارباب حل و اقتدار سب پر واضح کر دیا تھا کہ اگر یہ قانون احمدیوں کے خلاف بنایا گیا ہے تو پھر یہیں پر ہی بس نہ ہو گی اس کی زد میں اکثر اقلیتی فرقے آجائیں گے۔ اور وہ سب کچھ آج سچ ہو کر ثابت ہو رہا ہے۔

ملّائیت کا یہ جن اب بوتل سے باہر آچکا ہے۔ اب حکومت کے بس کی بھی بات نہیں رہی کہ اس کو پکڑ سکے۔ یا دبا سکے۔ یہ اب اتنا طاقت ور ہو چکا ہے کہ حکومت نے خود اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں۔ حکومتی ادارے بے بس ہو چکے ہیں۔ اور اب تو ہر ایک کی زندگی کو اس آرڈیننس کی وجہ سے خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

یہ ہے میرا پاکستان جہاں کسی کی زندگی محفوظ نہیں رہی<br>
یہ ہے میرا پاکستان جہاں اقلیتیں آزادانہ عبادت نہیں کر سکتی ہیں<br>
یہ ہے میرا پاکستان جہاں احمدی جماعت کے افراد کلمہ نہیں پڑھ سکتے<br>
یہ ہے میرا پاکستان جہاں کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہیں ہے<br>
یہ ہے میرا پاکستان جہاں احمدی حضرات مسجد کو مسجد بھی نہیں کہہ سکتے<br>
یہ ہے میرا پاکستان جہاں کلمہ گو کو کافر قرار دیا جا چکا ہے<br>
یہ ہے میرا پاکستان جہاں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک نہ صرف برتا جاتا ہے<br>
بلکہ احمدیوں کو تو بنیادی حقوق سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔

یہ ہے میرا پاکستان جہاں پر احمدیوں کے بچے سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں بھی ظلم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور انہیں تعلیمی میدان میں بھی آگے آنے سے روکا جا رہا ہے۔

یہ ہے میرا پاکستان جہاں اقلیتوں کے ساتھ ملازمتوں کے حصول میں بھی امتیازی سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔

بس یہ فہرست تو لمبی ہے۔ کس کس بات کا ذکر کیا جائے؟

## جماعت احمدیہ کی طرف سے پریس ریلیز

2013ء۔ احمدیوں کو انسانی حقوق کی پامالی کا سلسلہ مزید بڑھ گیا۔

عام انتخابات میں امتیازی انتخابی فہرست بنا کر احمدیوں کو حق رائے دہی سے محروم رکھا گیا۔

انتہا پسند عناصر کے دباؤ پر پولیس نے امتیازی قوانین کے تحت احمدیوں کے خلاف بلاجواز مقدمات قائم کئے۔ ایسا شر انگیز لٹریچر کھلے عام شائع کر کے تقسیم کیا جا رہا ہے جس میں احمدیوں کے سماجی و معاشی بائیکاٹ سے لیکر قتل تک کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ سرکاری انتظامیہ کی اس ضمن میں معنی خیز خاموشی کا حکومتی سرپرستی کے سوا کیا مطلب ہے؟؟؟

نام نہاد علماء اور حکومتی اہلکاروں کی چیرہ دستیوں سے احمدیوں کی عبادت گاہیں محفوظ ہیں اور نہ ہی قبرستان۔ ڈی نیشنلائیزیشن کی حکومتی پالیسی کے قواعد کے مطابق جماعت احمدیہ کے قومیائے گئے تعلیمی ادارے بھی واپس نہیں کئے جا رہے، محض بیان بازی کے خوف سے حکومت کب تک احمدیوں کے حقوق کی پامالی کا سلسلہ جاری رکھے گی؟

2013ء میں اردو پریس کی طرف سے بے بنیاد اور اشتعال انگیز خبروں کی اشاعت کا سلسلہ مزید بڑھا۔ دوران سال ایک ہزار سات صد سے زائد خبریں اور 394 سے زائد مضامین مخالفانہ پراپیگنڈے کے طور پر شائع کئے گئے۔

احمدیوں کے بنیادی انسانی حقوق فوری بحال کئے جائیں۔ احمدیوں کے خلاف امتیازی قوانین ختم کئے جائیں۔

چناب نگر ربوہ (پ ر) جماعت احمدیہ پاکستان کے ترجمان سلیم الدین نے گزشتہ روز جماعت احمدیہ کے خلاف 2013ء کے دوران ہونے والے ظلم و ستم پر مبنی رپورٹ پولیس کو جاری کرتے ہوئے بتایا کہ اس سال احمدیوں کے خلاف جاری نفرت و تشدد کی لہر میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس سال 7 احمدیوں کو محض عقیدہ کی بنیاد پر قتل کیا گیا۔ جس میں کراچی میں ایک ہی خاندان کے تین افراد یکے بعد دیگرے ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنائے گئے۔ وہ سلسلہ جو جماعت احمدیہ پر مظالم اور ایذا رسانی کا طویل عرصے سے جاری ہے

اپنی انتہاء کو پہنچ رہا ہے۔ جبکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے معاندین کے ہاتھوں میں مسلسل کھیل رہے ہیں۔ احمدیوں کی عبادتگاہوں کی بے حرمتی کا معاملہ ہو یا قبروں کی پامالی کا۔ کسی ایک موقع پر بھی انتظامیہ نے قانون کے مطابق اصولی کارروائی کرنے کی بجائے انتہاء پسندوں کے سامنے جھک جانے میں ہی عافیت سمجھی جو پاکستان میں بڑھتی ہوئی انتہاء پسندی کے مقابلے میں ریاست کی کمزوری کی نشاندہی کرتی ہے۔

لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ ہم کمزور ہیں۔ اور یقیناً کمزور ہیں مگر ہمارا آقا و مولیٰ سب قدرتوں کا مالک ہے وہ ایک حد تک تو ظلم ہوتے دیکھتا ہے مگر جب ظالم حد سے بڑھ جائے تو پھر خدا تعالیٰ کی پکڑ بھی بہت سخت ہے۔ قرآنی تعلیمات اس بات کے لئے کافی گواہ ہیں کہ ایسے لوگوں کو پھر خدا تعالیٰ نے عبرت کا نشان بنا دیا۔

خود پاکستان کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے ظالم کبھی پنپتا نہیں ہے۔

جماعت احمدیہ کے امام نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں اپنے ماننے والوں کو صبر کی اور دعا کی تلقین کی ہے کہ خدا تعالیٰ کے در پر جھکیں۔ اسی کو اپنا بنائیں وہی ہے جو مدد کو آئے گا اور اَ لاَ نصر اللّٰہ قریب کا نظارہ خدا تعالیٰ دکھائے گا۔

پس یہ سب کچھ تبھی ہو گا جب ہمارا خدا سے سچا تعلق قائم ہو جائے ہم رسول پاک ﷺ کی تعلیمات پر سچے دل سے عمل پیرا ہو جائیں۔ اور خدا کی محبت میں فنا ہو جائیں ؎

ہے سر رَہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت توّاب ہے

(درثمین)

# عطا کی اس کو شہادت نے اک حیاتِ دوام

## پروفیسر مبارک احمد عابد

لہو میں تر تھا پرندہ مگر اُڑان میں تھا — یہاں تھا جسم وہ خود دوسرے جہان میں تھا
زمیں تھی پاؤں کی مٹّی وہ تھا بلند بہت — مقام اس کا کہیں دُور آسمان میں تھا
عطا کی اِسکو شہادت نے اک حیاتِ دوام — ذرا سا فاصلہ جو اس کے جسم و جان میں تھا
وہ زخم زخم گیا، لب پہ مسکراہٹ تھی — بلا کا حوصلہ اس شیر دل جوان میں تھا
بہت ہی طاق تھا گو وہ فنِ جراحت میں — سخن وری کا سلیقہ بھی خوش بیان میں تھا
کوئی ہو نُدرتِ احساس یا ہو شُستہ لباس — نمایاں فکر میں تھا، فرد آن بان میں تھا
صدائیں دیتے ہیں اسکو نقوشِ پا اسکے — دُعائیں دیتا ہے اسکو وہ جس مکان میں تھا
وہ کیا تھا، کون تھا، کس کس ہنر میں یکتا تھا — یہ ذکر خطبہء آقائے عالی شان میں تھا
نظر کے سامنے عابدؔ وہی ہے مہدی علی — جو کل کلاس میں بیٹھا میرے دھیان میں تھا

# دل تجھ کو ڈھونڈتا ہے (عشقِ حقیقی)

مہدی علی چوہدری

تری جستجو میں پیارے
اک بے نوا مسافر
کہ سجا کے اپنے لب پر
ترے پیار کا ترانہ
لئے آرزوئے وصل
تیری دید کی تمنّا
یوں بسا کے اپنے دل میں
جذبات کی کُنہ میں
تجھے کھوجتا ہے ہر سُو
سجدوں کی وسعتوں میں
ہر شب کی خلوتوں میں
یوں ترس رہا ہے ہر دم
اس لمحۂ حسیں کو
کہ تو سامنے جو آئے
وہ نشان تیرا پائے
ہو ہمکلام تجھ سے
پھر پیار کی وہ باتیں
وہ الفتوں کے نغمے
دل میں ہیں جو مچلتے
تجھے دیر تک سنائے
اسے گود میں بٹھا کر
سینے سے تو لگائے

پھر دل کے آبلوں کو
تیرے لمس سے شفا ہو
اے میری جاں کے مالک!
اے میرے ربِّ اکبر!
بس تو ہو اور میں ہوں
اور درمیان اپنے
کوئی نہ دوسرا ہو
نہ ذرا سا فاصلہ ہو
میری آرزو کی آنکھیں
تجھے دیکھ کر ہوں ٹھنڈی
تیرے حسن کی تجلّی
اس شوق کو جِلا دے
غمِ مضطرب کی موجیں
پائیں سکوں کا ساحل
میرے درد کے شجر پر
اگیں کونپلیں خوشی کی
تیرے وصل کا وہ لمحہ
حاوی ہو جسم و جاں پر
ہو بسیط ہر زماں پر
ٹھہرا رہے ہمیشہ
پھر روح کے مکاں پر

اے میرے یارِ جانی!
مت کہہ کہ لَنْ تَرانِی
ہو نصیب ایک جھلک تو
پرواہ نہیں فنا کی
تیری اک جھلک کی خاطر
دونوں جہاں لٹا دوں
ہو گر تری اجازت
یہ کیا ہے جاں لٹا دوں
تیری دید کے مقابل
سارا جہان کم ہے
یہ کائنات کم ہے

مانا گناہ سے پر ہوں
سجدے ہیں میرے ناقص
الفاظ بے حیثیت
پھر بھی اگر کرم ہو
تیرے پیار کی نظر ہو
تیرے وصل کا وہ لمحہ
مری زندگی میں آئے
دُھلے آنسوؤں سے میرے
یہ گناہوں کی سیاہی
رہے دل پہ پھر نہ باقی
کوئی داغ معصیت کا
رخصت ہوں اس جہاں سے
آنکھوں میں اپنی لے کر

تصویرِ تیری یارب
دل میں تجھے بسا کر
اور وحشتِ قبر میں
تیرے پیار کی ہو ٹھنڈک
روزِ حشر میں پیارے
ہو نصیب پھر شفاعت
محبوبِ کبریا ﷺ کی
تیری مغفرت کی چادر
میری روح کو لپیٹے
کرے پیش میرے آقا
تیری رحمتوں کے آگے
تیری بارگاہ سے پیارے
ملے اذن جنتوں کا
تیری محبتوں کا
ہو نصیب جس میں یارب
تیرے پیار کا وہ لمحہ
تیری دید کی وہ ساعت
کہ سدا رہے عنایت
ملیں اس طرح سے ہم تم
کوئی نہ درمیاں ہو
نہ ذرا سا فاصلہ ہو
ہو وصال پھر کہ ایسا
جسے چھو سکیں نہ ہرگز
کبھی ہجر کی ہوائیں

# شام کے بعد

## ڈاکٹر مہدی علی قمر

(یہ مضمون میرے پیارے بھائی مہدی علی بشیر الدین قمر نے امّی کی وفات کے بعد لکھا جو مئی 1995ء کے مصباح میں چھپا۔ 26 مئی 2014ء کو مہدی کو ربوہ میں شہید کر دیا گیا۔ اب مَیں نے یہ مضمون سب کے پڑھنے کے لئے دوبارہ لکھا ہے۔ عفیفہ نجم)

7 مارچ 1994ء کی اُس سرد شام کو سینٹ مائیکل ہاسپٹل ٹورانٹو کے ایک چھوٹے سے کمرے کے اندر اور باہر خاندان کے بہت سے لوگ جمع تھے۔ تین سالہ احمد جو سارا دن دادی امّاں کے ساتھ چمٹا رہتا تھا، آج جب بہت دنوں بعد اچانک اسے دادی امّاں نظر آئیں تو بہت خوش ہو کر بول اٹھا ''امّاں! دیکھو دادی امّاں! وہ دیکھو دادی امّاں''۔

کوئی جواب نہ پا کر حیرت سے باری باری اس نے سب کی طرف دیکھا۔ پھر سب کے افسردہ چہرے دیکھ کر خاموش ہو گیا لیکن اپنی معصوم آنکھوں سے جھانکنے والے سوالوں کو نہ چھپا سکا۔ اس کی سمجھ میں شاید یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ دادی امّاں جو ہر وقت اسے پیار کرتی تھیں، آج اس سے بات کیوں نہیں کر رہیں اور سب لوگ اتنے خاموش کیوں ہیں۔ اسے تو اسی روز سے دادی امّاں کی واپسی کا انتظار تھا جب سے وہ ہاسپٹل گئی تھیں۔ آج اس کے انتظار کا خواب حقیقت کے سامنے دَم توڑ چکا تھا۔ بھرپور زندگی کی وہ کتاب آج موت کے گرد پوش میں بند تھی۔ قرآنِ پاک کی تلاوت سے تر رہنے والی زبان خاموش تھی اور وہ قدم بھی ساکت تھے جن کے نیچے میری جنّت تھی۔ میری دعا جیسے مجھ سے رُوٹھ گئی ہو۔

اور مَیں ماضی اور مستقبل کے بیچوں بیچ حال کے پُل پر معلّق حیران پریشان کھڑا آنے والے دنوں کے اندیشوں کے درمیان بنتی ہوئی زندگی کی یادوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ذہن میں اُٹھنے والے اَن گنت سوال تھے اور کسی کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔

''کیا آج کا دن بھی ختم ہوگا؟'' ''شاید نہیں'' ''شاید ہاں''۔

ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو کسی موہوم سی امید کے سہارے مَیں امّی کے پاس کھڑا کہہ رہا تھا ''امّی آپ ضرور ٹھیک ہو جائیں گی''۔

امّی نے ہاتھ کے اشارے سے کہا ''پتہ نہیں''۔ مانیٹرز (monitors) کی سکرین پر روشن لکیریں میری امید کا منہ چڑا رہی تھیں۔

ملاقات کا وقت ختم ہو گیا۔

''اب امّی کا کیا حال ہے؟ اور اگر کوئی بہت خطرناک بات نہیں تو مَیں گھر جاؤں'' آپا شمیم نے کہا۔ ''جی کوئی خاص بات نہیں۔ آپ ابھی چلی جائیں۔ کوئی بات ہوگی تو مَیں فون کر دوں گا''۔

مَیں نے آپا کو گھر بھیج دیا۔ مَیں، ہادی بھائی اور عفیفہ ویٹنگ روم میں خاموش بیٹھے تھے کہ امّی کی نرس نے آ کر کہا کہ ڈاکٹر آپ لوگوں سے میٹنگ کرنا چاہتے ہیں۔ کئی دنوں کی سرتوڑ کوشش کے بعد آج ڈاکٹرز نے اپنی بے بسی کا اظہار کر دیا۔

امید و یاس کے درمیان تو ہم بیماری کے پہلے دن ہی سے معلّق تھے لیکن اس ملاقات کے بعد سے تو امید کا دامن ہم سے چھوٹ چکا تھا۔ ہم ڈاکٹرز کا شکریہ ادا کر کے پھر ویٹنگ روم میں آ گئے۔ ہادی بھائی کہیں جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے کہ ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔

"I am very sorry, your mother just expired" یہ کہہ کر وہ ہمیں دلاسہ دینے لگا۔ مَیں فوراً امّی کے پاس پہنچا۔ وہ آخری سانس لے رہی تھیں۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن)

امّی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ میرے ساتھ کھڑی ہوئی عفیفہ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں اور مَیں اسے تسلّی دینے کی کوشش کر رہا تھا جب کہ مجھے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ گزشتہ کئی ہفتوں سے روح پر لمحہ لمحہ اترنے والے دکھوں کی کوکھ سے جنم لینے والا جدائی کا یہ ویران لمحہ آج اٹل تھا۔

امّی کے سرہانے ابھی تک ننھی سارہ کی بڑے سے کاغذ پر خوبصورت رنگوں سے

بنائی ہوئی تصویر لگی تھی جس پر لکھا تھا

Dear Nani Jan! Get well soon

from Sara

کچھ دیر کے بعد گھر کے سب لوگ آخری دیدار کے لئے ہسپتال پہنچ گئے۔ گزشتہ ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں ہسپتال آنا جانا جیسے عادت سی بن گیا تھا۔ آج شام کے بعد سینٹ مائیکل ہاسپٹل سے گھر کے لئے نکلے تو ٹورانٹو کی تمام روشنیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا مَیں طارق (میرا ماموں زاد بھائی) کی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ روشنیوں کا یہ شہر آج بجھا بجھا سا کیوں ہے اور تاروں بھری یہ رات تاریک کیوں ہے۔ کار کے کیسٹ پلیئر سے کسی قاری کی آواز اُبھر رہی تھی جو سُوْرَۃُ التَّکْوِیْر کی تلاوت کر رہا تھا۔

یہ جنوری کے آخری ہفتہ کا پہلا دن تھا۔ ٹورانٹو میں موسم کی شدید ترین سردی پڑ رہی تھی۔ ٹمپریچر منفی 40 سینٹی گریڈ سے بھی نیچے جا رہا تھا۔ اس روز لائبریری سے واپسی میں معمول سے تھوڑی سی دیر ہوگئی (ان دنوں مَیں امتحان کی تیاری کر رہا تھا اور مَیں اور امّی اشرف بھائی کے گھر رہ رہے تھے) رات ساڑھے گیارہ بجے دروازہ کھولا تو امّی دروازے کے ساتھ دیوار سے سر ٹکائے بیٹھی تھیں۔

''آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں؟ ابھی تک سوئی کیوں نہیں؟'' مَیں نے پوچھا۔

''تم جو اتنی دیر سے آئے ہو تو مجھے فکر تھی اور باہر سردی بھی تو بہت زیادہ ہے'' امّی فکر مند لہجے میں بول رہی تھیں۔

''امتحان میں تھوڑے دن ہیں اور اس کی تیاری بھی تو بہت ضروری ہے'' مَیں نے گلوز (GLOVES) اتارتے ہوئے کہا۔

میرے ہاتھ برف ہو رہے تھے۔

''دیکھ تیرے ہاتھ کتنے ٹھنڈے ہیں''۔ امّی میرے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے گرم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ''اگر تجھے کچھ ہو جاتا تو...... کبھی تو ماں کا خیال بھی کر لیا کرو''۔ امّی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''آپ کی دعائیں ہیں تو مجھے کچھ نہیں ہونے والا'' مَیں نے کہا۔

''اچھا چل زیادہ باتیں نہ بنا۔ مَیں کھانا گرم کر دیتی ہوں اور آئندہ ایسی حرکت کی تو مار بھی پڑے گی''۔ اس مصنوعی سرزنش میں سارے جہان کا پیار سمٹ آیا تھا۔

کھانا کھاتے وقت خود سے شرمندہ ہوتا رہا کہ میری وجہ سے امّی کو اتنی پریشانی ہوئی۔ اگلے دن مَیں گھر جلدی واپس آ گیا۔

صبح اُٹھا تو امّی قیمہ بھرے پراٹھے بنا رہی تھیں۔ ''امّی پراٹھے نہ بنایا کریں۔ مَیں نہیں کھاتا یہ پراٹھے وراٹھے''۔ مَیں نے کہا

''بیٹا میرا جی چاہتا ہے کہ تجھے مزے مزے کی چیزیں پکا کر کھلاؤں اور تو سارا دن مجھے کچھ کرنا نہیں ہوتا''۔

امّی کی اس بات پر مَیں خاموش ہو گیا۔ ناشتے میں بھی پراٹھے کھائے اور دوپہر کے کھانے کے لئے بھی لے گیا۔ ماں کے پکائے ہوئے کھانے کی لذّت تھی یا شاید اس لئے کہ وہ آخری کھانا تھا جو امّی نے میرے لئے بنایا۔

گھر سے نکلتے وقت بہت سارے خط امّی نے میرے ہاتھ میں تھما دیئے جو انہوں نے پاکستان میں اپنی سہیلیوں اور رشتہ داروں کو لکھے تھے۔ ''انہیں پوسٹ کر دینا''۔

اگلے روز FREEZING RAIN کی وجہ سے سڑکوں پر بہت پھسلن تھی۔ مَیں لائبریری نہ جا سکا۔ شام کے وقت امّی حسبِ معمول EXERCISE کر رہی تھیں۔ سڑکوں کی حالت بہتر ہو گئی تھی۔ امّی نے اشرف بھائی اور بچوں کے ساتھ ڈاکٹر سے چیک اَپ کروایا اور واپسی پر کسی ریسٹورنٹ سے کھانا بھی کھایا۔ سب باتیں معمول کے مطابق تھیں۔

اگلے دن مَیں جب تیار ہونے کے لئے اپنے کمرے سے نکلا تو امّی واش روم میں کھڑی تھیں۔ مجھے عجیب سا محسوس ہوا۔ ''امّی! کیا بات ہے؟'' مَیں نے پوچھا۔

امّی نے بتایا کہ صبح سے ان کی طبیعت خراب ہے۔ کئی مرتبہ قے کی اور بے چینی بہت ہے۔

''آئیں آپ کا چیک اَپ کریں'' مَیں نے کہا۔ بلڈ پریشر، نبض سب ٹھیک تھے۔ کوئی خاص علامت نہیں تھی۔

''شاید رات باہر کھانا کھانے سے یہ پرابلم ہو گیا ہے؟'' مَیں نے سوچا اور قے روکنے کی ایک گولی امّی کو دے دی۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد امّی کچھ بہتر محسوس کر رہی تھیں۔

''کچھ ناشتہ وغیرہ کر لیں''۔ مَیں نے کہا اور پھر امّی کو کچن میں لے جا کر ناشتہ کروایا۔ تھوڑی دیر بعد پھر قے آ گئی۔ دوبارہ دوا دینے کے بعد فیملی ڈاکٹر سے

مشورہ کیا۔ اس نے جو دوا بتائی وہ بھی لاکر استعمال کروادی۔ ''آج آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں اس لئے مَیں گھر پر رُک جاتا ہوں''۔مَیں نے کہا۔ ''نہیں اب مَیں بہتر محسوس کررہی ہوں، اس لئے تم جاؤ''۔

امّی کے اصرار پر مَیں لائبریری آ گیا۔گھر پر بھابھی اور بچے امّی کے پاس تھے۔ مَیں وقفے وقفے سے فون کرکے پوچھتا رہا۔طبیعت کبھی گرتی اور کبھی سنبھل جاتی۔کوئی بہت پریشانی کی بات نہیں لگ رہی تھی۔اس روز مَیں سرِ شام ہی گھر واپس آ گیا۔امّی کا چہرہ دیکھتے ہی مجھے فکر سی ہوئی۔''امّی کو ہسپتال لے جاکر سب ٹیسٹ کروانے چاہئیں'' مَیں نے اشرف بھائی سے کہا۔

مَیں جلدی جلدی کھانا کھا کر اُٹھا تو امّی ہسپتال جانے کے لئے تیار تھیں۔''دادی امّاں کب واپس آئیں گی''شیری نے پوچھا۔

''دادی امّاں جلدی آجانا'' احمد کہنے لگا۔''ہاں بیٹا مَیں ابھی ٹیسٹ کرواکے آجاتی ہوں'' امّی دونوں کو پیار کرکے کہنے لگیں۔

اگلے ہی لمحے امّی گھر سے باہر نکل رہی تھیں.....کبھی واپس نہ آنے کے لئے.........

ہم سکاربرو جنرل ہاسپٹل کے ایمرجنسی وارڈ کے ایک کمرہ میں تھے۔معائنہ کے بعد امّی کو ڈرپ لگا دی گئی تھی۔ڈاکٹرز کے مطابق پیٹ کی عام سی خرابی تھی۔

''میری وجہ سے تم یہ کس مصیبت میں پڑ گئے ہو'' امّی کو خود سے زیادہ میری فکر تھی۔

''یہ مصیبت تو نہیں۔یہ موقع تو کسی کسی کو ہی ملتا ہے اور میرے ہونے کا فائدہ ہی کیا ہے'' مَیں امّی کے پاؤں اپنے ہاتھوں سے تھامے کھڑا تھا۔

''اچھا بیٹا! اللہ تجھے کامیاب کرے۔بہت خوشیاں دے'' یہ کہہ کر امّی نے آنکھیں بند کرلیں۔اب وہ کافی پُرسکون لگ رہی تھیں۔کچھ دیر بعد امّی کی سانس اچانک تیز تیز چلنے لگی۔''میری تو سانس پھول رہی ہے۔بے چینی ہورہی ہے'' امّی نے بڑی مشکل سے کہا۔

مَیں فوراً ڈاکٹر کو بلالایا۔ڈاکٹر ای سی جی لے رہا تھا۔ای سی جی کے کاغذ کا وہ بے وزن ٹکڑا پتھر کی طرح میرے کتنے ہی خوابوں کو کچلتا ہوا مشین سے باہر نکل رہا تھا۔ اس پر مشینی زبان میں کالی لمبی لکیروں سے لکھے ہوئے جدائی کے موسم تھے اور اس سفر کی ابتدا جس کا ہر موڑ اجل تھا۔''کیا انہیں پہلے کبھی دل کی تکلیف ہوئی ہے؟'' ڈاکٹر نے پوچھا۔''نہیں، کبھی نہیں'' مَیں نے ڈاکٹر کی طرف دیکھے بغیر کہا۔مَیں حقیقت سے نظریں چرا رہا تھا۔''آپ کی امّی کو شدید قسم کا ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ہم انہیں کسی دوسرے کمرے میں منتقل کررہے ہیں''۔ڈاکٹر نے کمرے سے باہر نکل کر کہا۔

مَیں شکستہ دل کے اس لمحے کا تنہا مسافر سوچ رہا تھا کہ آدھی رات کے اس پل میں اپنے لُٹنے کی صدا کسے دوں؟

امّی کو دوسرے کمرے میں منتقل کردیا گیا۔''آپ کی امّی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور ہارٹ اٹیک کا مطلب ہوتا ہے......'' ڈاکٹر نے مجھے تفصیل سمجھانا شروع کی۔

''مَیں خود بھی ڈاکٹر ہوں'' مَیں نے نہ چاہتے ہوئے بھی ڈاکٹر کی بات کاٹی۔ مَیں اپنے خوف کو لفظوں کی صورت میں سننے کا حوصلہ نہ کرسکا۔

''اوہ! یہ تو اچھی بات ہے۔ہم انہیں STREPTOKINASE (ایک دوا جو ہارٹ اٹیک کے ابتدائی وقت میں دیتے ہیں) دینا چاہتے ہیں۔تمہاری اجازت چاہئے''۔ڈاکٹر کا کام قدرے آسان ہوگیا تھا۔

فیصلے کا بوجھ میرے کندھوں پر تھا۔مَیں فائدے اور نقصان کا موازنہ کررہا تھا۔چند لمحوں کی اندرونی کشمکش کے بعد مَیں نے انجکشن کی اجازت دے دی۔میری نظریں برابر CARDIAC MONITOR پر جمی ہوئی تھیں۔ای کے جی لمحہ بہ لمحہ بہتر ہورہی تھی۔دوا کا مثبت اثر ظاہر ہورہا تھا۔ایسے میں امّی کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد نیند بھی آجاتی۔جب آنکھ کھلتی تو پوچھتیں''ابھی تک جاگ رہے ہو؟ کہیں جاکر سو جاؤ''۔''باربار یہ کیا بات کررہی ہیں'' نرس نے پوچھا۔''انہیں میری فکر ہے'' مَیں نے کہا۔ نرس ہنستے ہوئے کہنے لگی کہ تم اتنے بڑے ہوگئے ہو اور ابھی بھی یہ تمہارے لئے فکر مند ہیں۔مَیں نے امّی سے کہا کہ آپ بس آرام سے سوجائیں اور میری فکر بالکل نہ کریں۔

''تمہاری فکر نہ کروں تو کس کی فکر کروں گی'' امّی نے کہا۔مَیں نے امّی کی توجہ بانٹنے کے لئے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کردیں۔

رات کے پچھلے پہر صورتِ حال پھر بگڑنی شروع ہوگئی۔دل کی دھڑکن بے ترتیب ہورہی تھی۔امّی HEART BLOCK میں جارہی تھیں۔مَیں رات بھر لکیروں کے بننے اور بگڑنے کا کھیل دیکھتا رہا۔جب آنے والے دنوں کے بھیانک اندیشے آنکھوں سے چھلکنے لگتے تو مَیں اُٹھ کر باہر آجاتا۔رات بھر مَیں خدا سے ایک ناممکن سی دعا مانگتا رہا''اے میری سانس کے مالک! میری حیات

کے لمحوں کی زندگی بھی امّی کو دے دے''۔

صبح تک دل کی دھڑکن بہت زیادہ بے ترتیب ہو چکی تھی۔''شاید PACE MAKER لگانا پڑے''ڈاکٹر نے بتایا۔

''عارضی یا مستقل؟''مَیں نے پوچھا۔''اس کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا''ڈاکٹر نے بتایا۔

امّی اب جاگ رہی تھیں اور انہیں یہ فکر تھی کہ مَیں ابھی تک سویا کیوں نہیں۔صبح گیارہ بجے اشرف بھائی اور ان کے بچے آ گئے۔بچوں کو دیکھتے ہی امّی کی آنکھیں خوشی سے چمک اُٹھیں۔''دادی امّاں آپ جلدی ٹھیک ہو جائیں گی۔ہم آپ کے لئے دعا کر رہے ہیں''۔تینوں نے بڑے یقین کے ساتھ کہا۔کسے خبر تھی کہ یہ ان کی آخری ملاقات ہے۔احمد اسی وقت اپنے ساتھ دادی امّاں کو گھر واپس لے جانا چاہتا تھا۔اشرف بھائی امّی کے پاس ٹھہر گئے اور مَیں گھر واپس آ گیا۔امّی کے دل کی دھڑکن خطرناک حد تک بے ترتیب ہو رہی تھی۔

وہ THIRD DEGREE HEART BLOCK میں تھیں۔تھوڑی دیر بعد انہیں PACE MAKER لگا دیا گیا۔رات ہاسپٹل واپس گیا تو امّی کو C.C.U میں منتقل کر دیا گیا تھا۔دل PACE MAKER کے سہارے چل رہا تھا لیکن خون صحیح طرح سے پمپ نہیں کر رہا تھا۔میری پریشانی گہری ہوتی گئی۔اگلے روز دوپہر تک امّی شدید HEART FAILURE میں تھیں۔

مَیں ہاسپٹل سے بھابھی کو فون پر کہہ رہا تھا کہ سب بہن بھائیوں کو بلالیں۔ٹورانٹو میں موجود اپنے لوگ امّی سے ملنے آ رہے تھے۔

شام تک امّی کی حالت خاصی سنبھل گئی اور وہ رات پُرسکون گزری لیکن اگلے دن پھر صبح سے طبیعت بتدریج بگڑ رہی تھی۔سہ پہر کے قریب امّی SHOCK میں جا چکی تھیں۔مَیں ایک دفعہ پھر بھابھی کو گھبرائے ہوئے لہجے میں فون کر رہا تھا ''ثمینہ سے کہیں کہ پہلی فلائٹ سے پہنچ جائے اور ہادی بھائی اور عفیفہ بھی جتنی جلدی ہو سکے آ جائیں''۔مجھے یقین نہیں تھا کہ ان میں سے کوئی بھی امّی سے بات کر سکے گا۔

آئندہ چوبیس گھنٹے امّی کی حالت بہتر سے بہتر ہوتی رہی۔شام کو مَیں امّی کو بتا رہا تھا''ثمینہ آپ سے ملنے آ رہی ہے۔نیوجرسی سے دوپہر کو چلے ہیں،رات بارہ ایک بجے تک پہنچ جائیں گے''۔''مَیں ٹھیک ہوں۔تم نے اسے کیوں بلایا ہے۔

اللہ میری بچی کو اپنی حفاظت میں رکھے''۔اب امّی کو ثمینہ کی فکر تھی۔جب تک اسے اپنے سامنے دیکھ نہیں لیا بار بار مجھ سے وقت پوچھتی رہیں۔

رات کے تین بجے مَیں اکیلا ویٹنگ روم کے صوفے پر بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔امّی کی سنبھلتی ہوئی حالت دیکھ کر ذہن کچھ پُرسکون تھا۔نیند آنے لگی تو سوچا ایک دفعہ پھر امّی کو دیکھ آؤں۔مانیٹر (MONITOR) پر آنے والی ای کے جی دیکھ کر میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔دل کی دھڑکن خطرناک حد تک تیز تھی۔مَیں گم سم مانیٹر پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔کچھ دیر بعد دل کی دھڑکن معمول پر آ گئی۔

"Are you OK?" اپنے کندھے پر کسی ہاتھ کا دباؤ محسوس کرتے ہوئے مَیں نے مُڑ کر دیکھا۔نرس کہہ رہی تھی

"THAT WAS ONLY SINUS TACHYCARDIA. MAY BE HER HEART IS GETTING ITS OWN RYTHM".

مَیں کچھ سوچتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔یہ واقعہ اس رات کئی مرتبہ ہوا۔بلڈ پریشر برابر نیچے گر رہا تھا۔''ان کے دل میں ایک سوراخ ہو رہا ہے "SHE IS GETTING A SMALL VENTRICULAR SEPTAL DEFECT"

ڈاکٹر چیری صبح نو بجے مجھے بتا رہا تھا۔''کسی بھی وقت ہم آپریشن کے لئے انہیں دوسرے ہاسپٹل میں منتقل کر دیں گے''۔

''یہ تو ماں کا دل ہے جس میں پیار ہی پیار بھرا ہے۔پھر اس کے لئے اتنے زخم کیوں؟''بار بار ذہن میں چبھنے والے اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

مَیں گھر واپس پہنچا ہی تھا کہ ثمینہ کا فون آیا۔''امّی کو سینٹ مائیکل ہسپتال لے جا رہے ہیں۔فوراً آ جاؤ''۔

مَیں اُلٹے قدموں ہاسپٹل کے گیٹ پر پہنچا تو امّی کا سٹریچر ایمبولینس کے اندر رکھا جا رہا تھا۔

''امّی آپ ٹھیک ہو جائیں گی'' مَیں نے اندرونی کیفیت پر مصنوعی مسکراہٹ کا خول چڑھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔اللہ نے چاہا تو''امّی کی آواز میں عزم کی مضبوطی نمایاں تھی۔چند لمحوں بعد امّی ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہہ رہی تھیں۔ٹورانٹو کی برفیلی ہوا جیسے میرے جسم کو چیر کر نکل رہی تھی۔

''ہادی بھائی آج دوپہر کو پہنچنے والے ہیں اور عفیفہ بھی کل پہنچے گی'' مَیں سینٹ مائیکل ہاسپٹل کے کارڈیالوجی وارڈ کے باہر بیٹھا سوچ رہا تھا، ''اور پتہ نہیں اس وقت تک کیا ہو جائے''۔

امّی کا معائنہ ہو رہا تھا اور آپریشن کا فیصلہ ہونا ابھی باقی تھا۔ آپریشن کی صورت میں زندگی کی امید ایک فیصد سے بھی کم تھی۔ میرا ذہن میرا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔

''ایک اچھی خبر ہے'' اشرف بھائی کی آواز جیسے مجھے دنیا میں واپس لے آئی۔ ''آپریشن کی ضرورت نہیں۔ سوراخ بہت چھوٹا ہے۔ امید ہے خود بخود بند ہو جائے گا''۔ اس خوشخبری کا معمار ڈاکٹر فری مین میرے سامنے کھڑا مستقبل کے امکانات بتا رہا تھا۔ یہ امید زیادہ مضبوط نہ تھی مگر کچھ اور دن بہر حال زندگی میں شامل ہو گئے تھے۔ دورانِ خون بہتر بنانے کے لئے INTRA-AORTIC PUMP BALLOON لگا دیا گیا تھا۔ اس روز شام کو ہادی بھائی اور اگلے دن عفیفہ بھی آ گئی۔

''تم اتنا سفر کر کے کیوں آئی ہو۔ مَیں تو اب ٹھیک ہو رہی ہوں'' امّی عفیفہ سے کہہ رہی تھیں۔ پھر کہنے لگیں ''تمہیں کتنی مشکل ہوئی ہوگی لیکن تم آئی ہو تو دل خوش ہو گیا ہے''۔ امّی کی حالت پھر سے بہتر ہونے لگی۔

''آپ کی والدہ تو معجزانہ طور پر ٹھیک ہو رہی ہیں''۔ تجربہ کار ڈاکٹر فری مین کے لئے بھی یہ عجیب بات تھی۔ دوسرے دن BALLOON PUMP اور PACE MAKER ہٹا لئے گئے۔ یہ ہسپتال میں امّی کا ساتواں دن تھا۔

آج سب بہت خوش تھے لیکن میرا دل عجیب سی فکر میں مبتلا تھا۔ کیا امّی کا دل BALLOON PUMP کے بغیر مؤثر کام کر سکے گا؟ اس سوال کا جواب صرف وقت تھا۔ ''حضور کا خط آیا ہے۔ آپ کے لئے دعا کی ہے'' کسی نے بتایا۔ ''واہ نجمہ تیریاں شاناں! دیکھ حضرت صاحب بھی تیرے لئے دعا کر رہے ہیں''۔ امّی جذباتی ہو رہی تھیں۔ ''یہ صرف خدمتِ دین کا ہی نتیجہ ہے کہ حضور بھی میرے لئے دعا کر رہے ہیں اور نئی زندگی جو خدا نے مجھے دی ہے اسی لئے ہے کہ مَیں یہ وقت بھی دین کی خدمت میں صرف کروں''۔

امّی گھر جانے کے خیال سے بہت خوش تھیں۔ انہیں رمضان کے روزے رکھنا تھے اور بیت السلام ٹورانٹو میں اعتکاف بیٹھنا تھا۔

ہماری کوشش تھی کہ امّی کو نیند کے لئے وقت ملے اس لئے ان کے پاس زیادہ نہ ٹھہرتے۔ لیکن امّی کو تو جیسے دنیا جہان کی فکر تھی، صرف اپنی فکر نہ تھی۔ ارشد کو کسی طرح یہاں بلوالو... عدیل کے رشتہ کا کیا بنا؟ امجد کا کیا حال ہے؟ حلیمہ نے خط میں کیا لکھا ہے؟ ربوہ سے آنے والے خط پڑھ کر سناؤ...... کتنی ہی باتیں اس تھوڑے سے وقت میں آپ نے کر ڈالیں۔

دوپہر کے وقت کچھ دیر امّی کے پاس ٹھہرنے کے بعد مَیں جانے لگا تو کوئی بات شروع کر کے مجھے روک لیا۔ ''امّی آپ کچھ دیر کے لئے سو جائیں'' مَیں نے امّی سے کہا ''میرا جی چاہتا ہے کہ اب تم سب ہر وقت میرے پاس رہو اور ایک سیکنڈ کے لئے بھی میری نظروں سے دور نہ رہو'' امّی نے کہا۔ ''اگر اللہ نے چاہا تو دو چار دن تک آپ گھر آ جائیں گی تو خوب باتیں ہوں گی'' مَیں نے تسلّی دی۔

دن بھر بہت سے لوگ ملنے آئے۔ ثمینہ واپس نیو جرسی چلی گئی۔ امّی کے کمرے میں فون لگا دیا گیا تھا۔ رات کو کسی کو بھی ہاسپٹل ٹھہرنے کی اجازت نہ دی گئی کیونکہ ہاسپٹل والوں کے خیال میں اس کی ضرورت نہ تھی۔ گھر پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ امّی لائن پر تھیں۔ ہم لوگ کچھ دیر امّی سے ہلکی پھلکی باتیں کرتے رہے۔ فون بند ہوا تو مَیں آخری مرتبہ امّی کی آواز سن چکا تھا۔

''صبح دس بجے ہاسپٹل چلیں گے'' مَیں ہادی بھائی سے پروگرام طے کر کے سو گیا۔

''اُٹھو، جلدی سے تیار ہو جاؤ، ہاسپٹل جانا ہے۔ امّی کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے''۔ ہادی بھائی صبح سات بجے ہی مجھے جگاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ''ابھی امّی کا فون آیا تھا۔ کہہ رہی تھیں تم کب آ رہے ہو۔ یہ کب مجھے اس مصیبت سے نکالیں گے۔ یہ کہتے ہوئے امّی کی سانس اُکھڑ گئی اور ریسیور ان کے ہاتھ سے گر گیا''۔ میرا خوف سچ تھا۔

ہاسپٹل پہنچتے ہی کارڈیالوجی وارڈ کے MALE NURSE کا سامنا ہوا۔ ''آپ کی والدہ کی طبیعت صبح بہت خراب ہو گئی اور انہیں CARDIAC ARREST ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے بہت کوشش کی''..... میرا جی چاہا کہ کاش اس سے آگے وہ ایک لفظ بھی نہ بولے ''اور آخر کار وہ انہیں بچانے میں کامیاب ہو گئے لیکن حالت ابھی خطرے سے باہر نہیں''۔ اس کی آنکھیں نم تھیں اور وہ بھرّائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔ ''انہوں نے مجھے کہا تھا کہ تم بھی میرے بیٹے ہو اور وہ تو میری ماں کی طرح ہیں''۔

ان چند دنوں میں ہی امّی کے پیار کے گہرے سائے میڈیکل سٹاف کے لوگوں پر بھی پڑ چکے تھے۔امّی نے حیرت انگیز سرعت سے ایک ایسی زبان کو سمجھنا اور کسی حد تک بولنا شروع کر دیا تھا جو انہوں نے زندگی بھر نہ سیکھی تھی۔

کچھ دیر بعد ویٹنگ روم میں ڈاکٹروں کے ایک گروپ نے آج صبح کے واقعات دہرائے اور ہمیں امّی سے ملنے کی اجازت دے دی۔مَیں اور ہادی بھائی امّی سے ملنے گئے تو ان کی سانس بری طرح اکھڑ رہی تھی اور وہ بات بھی نہیں کر پا رہی تھیں۔ہم دل پر ایک بوجھ سا لئے کمرے سے باہر آ گئے۔ چند دن پہلے اسی کمرے میں مَیں اور بھابھی امّی کے پاس کھڑے امّی کی باتیں ریکارڈ کر رہے تھے اور آج کی طرح اس دن بھی امید بہت کم تھی۔

امّی کو RESPIRATOR لگانے کے بعد I.C.U میں شفٹ کر دیا گیا۔امّی کی حالت اب بہتر تھی۔آپ کے حوصلے نے پھر ایک مرتبہ موت کو شکست دے دی تھی۔مَیں جونہی امّی کے پاس پہنچا امّی نے میرا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔جی چاہا کہ وقت یہیں رک جائے اور مَیں یونہی امّی کے سینے سے لگا رہوں۔امّی کے دل کی دھڑکنوں کی بے ترتیب اور پیچیدہ آوازیں اس دل پر لگے ایک ایک زخم کا پتہ دے رہی تھیں۔مَیں گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔مَیں سوچ رہا تھا کہ جانے اس پیار کے کتنے پَل باقی ہیں۔

آئندہ کئی دنوں میں یہ موقع کئی بار آیا۔گلے میں RESPIRATOR کی نالی کی وجہ سے امّی بات نہ کر سکتی تھیں۔اشارے سے کاغذ پنسل مانگا اور لکھا ''ثمینہ کہاں ہے؟''۔ ''اسے اطلاع کر دی ہے۔کل تک آ جائے گی'' مَیں نے جواب دیا۔امّی پھر کچھ لکھ رہی تھیں۔

''ہادی اور اشرف کیوں نہیں آئے؟''۔ ''وہ گھر سے نکل چکے ہیں۔تھوڑی دیر میں پہنچ جائیں گے'' مَیں نے کہا۔کچھ دیر بعد امّی پھر کاغذ پر لکھ رہی تھیں ''ہادی اور اشرف ابھی تک نہیں آئے''۔ اگلے ہی لمحے ہادی بھائی اور اشرف بھائی آ گئے۔''کل سے روزے شروع ہیں'' کسی نے امّی کو بتایا۔امّی کے چہرے پر دُکھ کا سایہ سا ٹھہر گیا....روزوں اور اعتکاف سے محرومی کا دُکھ۔'' آپ کی نیّت تھی اس لئے ثواب تو مل جائے گا'' مَیں نے امّی کا دُکھ کم کرنے کی کوشش کی۔

آنے والا ہر دن نئی امید اور ہر رات نیا دُکھ لے کر آتے رہے۔ہر عمر اور ہر مذہب کے لوگ امّی کے لئے دعائیں کر رہے تھے اور سب سے بڑھ کر حضور ایدہٗ اللہ تعالیٰ کی دعائیں بھی ہمسفر تھیں۔''اللہ میاں دادی امّاں کو جلدی سے ٹھیک کر دے'' ننھے مُنّے بچوں کی معصوم زبانوں پر ایک ہی دعا تھی۔ ''امّی! دادی امّاں گھر کیوں نہیں آتیں۔دادی امّاں آئیں گی تو ہم پھر مِل کر ہنسا کریں گے''۔ثمین جو اکثر امّی کو اپنی باتوں سے ہنسایا کرتی تھی، دادی امّاں کو بری طرح MISS کر رہی تھی۔

امّی کو قرآن مجید سے بہت پیار تھا۔ہمیشہ زبان پر قرآنی آیات رہتیں۔ان دنوں ہم سب وقتاً فوقتاً انہیں قرآن مجید پڑھ کر سناتے۔

لمحہ لمحہ پلکوں کی صلیبوں پر اترنے والے دُکھ لئے مَیں سارا وقت مانیٹرز کی طرف تکتا رہتا کہ امید کی کوئی لکیر تو مشین کی بے جان سطح پر ابھرے۔یہاں تک کہ ایک دن ڈاکٹر فری مین اپنے ہی ہونٹوں سے دیئے ہوئے امید کے لفظ ہم سے واپس لینے آ پہنچا۔اس رات کھانا کھانے لگا تو پہلے ہی نوالے پر آنسو کچھ اس شدّت سے بہنے لگے کہ بغیر کچھ کھائے اُٹھ گیا۔مَیں نے چاہا بھی مگر دل نہ سنبھلنا چاہا۔مَیں اس آواز کے متعلق سوچ رہا تھا جو روزانہ تین مرتبہ مجھے کہتی ''مہدی کھانا تیار ہے۔آ جاؤ۔ٹھنڈا نہ ہو جائے''۔اس آواز کی گمشدگی کا عذاب میری آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔''کیا ہم امّی کو کبھی نہ دیکھ سکیں گے''۔خوف کے نوکیلے پنجے میری سوچ کو بری طرح زخمی کر رہے تھے۔اگلے ہی دن ڈاکٹر مائیکل ہماری ٹوٹی ہوئی امید کو سہارا دے رہا تھا۔''ہماری کوشش جاری رہے گی۔اس حالت میں بھی بہت سی امید ابھی باقی ہے''۔

جمعہ کی صبح تک امّی کا سانس کافی سنبھل گیا تھا۔RESPIRATOR صبح چھ بجے اتار دیا گیا۔''امّی کھانسی کریں تا کہ آپ کے پھیپھڑے صاف ہو جائیں'' مَیں امّی سے بار بار کہہ رہا تھا لیکن امّی بالکل اس پر عمل نہیں کر پا رہی تھیں۔درجنوں بار کہنے پر بھی وہ کھانسنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔امّی کچھ کہنا چاہ رہی تھیں لیکن آواز نہیں نکل رہی تھی۔کئی دفعہ انہوں نے ایک ہی لفظ دہرایا جس کی مجھے بالکل سمجھ نہ آئی۔پھیپھڑوں میں رطوبت (MUCUS) جمع ہوتی جا رہی تھی۔سانس پھر پھول رہی تھی۔دن کے گیارہ بجے پھر RESPIRATOR لگا دیا گیا۔دل صحیح کام نہیں کر رہا تھا تو گردے بھی کافی خون نہ ملنے کی وجہ سے متأثر ہوئے۔اس کے لئے DIALYSIS کی گئی جس کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔جگر بھی ٹھیک کام نہیں کر رہا تھا۔اس دوران دو مرتبہ حرکتِ قلب بند بھی ہوئی لیکن ڈاکٹروں کی

سرتوڑ کوشش سے زندگی کے لمحے بڑھتے رہے۔ میڈیسن کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہارٹ اٹیک کی تقریباً ہر پیچیدگی امّی کو ہو چکی تھی۔

ڈاکٹروں کی بے انتہا کوشش، نرسوں کی بہترین دیکھ بھال، جدید ٹیکنالوجی اور بے شمار لوگوں کی دن رات کی دعائیں قضا کے اس تیر کے آگے ڈھال نہ بن سکیں اور وہ چراغ جو سحر کے اجالوں کی دلیل تھا 7 مارچ 1994ء شام پانچ بجے غروبِ آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے بُجھ گیا

دریا محبتوں کا جو بہتا تھا تھم گیا

آپ کا چھوڑا ہوا کل سرمایہ چند کپڑے، معمولی سا زیور اور کچھ ضروری کاغذات تھے۔ اس سکندر کے ہاتھ بھی خالی تھے۔ آپ کا ورثہ تو وہ دعائیں اور پیار تھا جو ہمیشہ ہمارے آس پاس رہا اور آپ کی زندگی کا حاصل زادِ آخرت ہی تھا۔

''کیا امّی کی قبر ابّا جی کی قبر کے قریب بن سکتی ہے؟'' عفیفہ نے پوچھا۔ ''نہیں ابّا جی کی قبر اس قطعہ میں آخری تھی۔ اس کے آگے جگہ نہیں۔ میرا خیال ہے بہت مشکل ہے''۔ میرے جواب کے بعد خاموشی چھا گئی۔

دو دن بعد بیت السّلام ٹورانٹو میں ہادی بھائی نے امّی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ رمضان کا آخری عشرہ تھا۔ ہلکی ہلکی برفباری ہو رہی تھی۔

عفیفہ اور ہادی بھائی کو آج واپس جانا تھا۔ ''اپنا خیال رکھنا'' عفیفہ نے بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ مجھے نصیحت کی۔ ''کس کے لئے؟'' مَیں اتنا ہی سوچ سکا۔ ہم سب اپنے اپنے سفر پر روانہ ہو رہے تھے۔

یہ دارالرحمت غربی ربوہ میں ہمارا گھر تھا جس کے دیوار و در پر گزری ہوئی تمام خوشیوں کی مہک اور دُکھوں کی کسک ابھی تک تازہ تھی۔ نجانے کتنی آوازیں اس کی فضا میں بکھری ہوئی تھیں۔ تلاوت کی آواز، دُرِ ثمین کی نظموں کی آواز، نصیحتوں کی آواز، اُٹھو عبادت کا وقت ہو گیا ہے، سحری کا وقت ہو گیا ہے، صَلِّ عَلٰی کے لئے جاؤ، آج وقارِ عمل ہے، سکول کے لئے تیار ہو جاؤ، اپنی چیزیں سونے سے پہلے تیار کرلیا کرو، مجھے ذرا یہ سالانہ رپورٹ FAIR کردو۔ ہر آواز کا اپنا ایک پس منظر تھا۔ گھر کے ہر حصّے سے وابستہ ایک منفرد یاد تھی۔

اس صحن میں برسوں پہلے گرمیوں کے موسم میں رات کو مَیں امّی کے ہاتھوں میں کتنے سکون سے سو جاتا تھا۔

یہ کچن ہے۔ کھانے کے وقت سب یہاں مل بیٹھتے تو کیسی مزے مزے کی باتیں ہوتیں اور پھر ہنسی کی کتنی آوازیں ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتیں۔

یہ برآمدہ ہے جہاں امّی اور لجنہ کی دوسری کارکنات چرخہ کات رہی ہیں۔ محلّہ کی لجنہ کے لئے دریاں بنائی ہیں اور سُوت تیار ہو رہا ہے اور اُدھر سردیوں میں غرباء کے لئے رضائیوں کا ڈھیر پڑا ہے۔

یہ گیلری ہے جہاں سیلاب زدگان اور 1974ء کے فسادات کے متأثرین کا اِمدادی سامان تقسیم ہو رہا ہے۔

امّی کھانے کے کمرے کے سامنے کھڑی کسی عورت کو مختلف چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتا رہی ہیں'' یہ PAINTINGS ہادی نے بنائی ہیں۔ مہدی کی PAINTINGS ڈرائنگ روم میں ہیں۔ یہ ثمینہ نے بنایا ہے، یہ عفیفہ نے، یہ اشرف نے، یہ امجد نے اور یہ ارشد نے لکھا ہے''۔ اس گھر کا ہر بچہ کسی فن میں طاق تھا اور یہ امّی اور ابّا جی کی تربیت اور دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا۔

اب مَیں اس بیڈروم کے پاس کھڑا تھا جہاں مَیں نے اور امّی نے ابّا جی کی آخری بیماری کے مشکل ترین سال گزارے تھے۔ ابّا جی بیماری کی وجہ سے بستر تک محدود ہو گئے تھے اور مَیں امّی کی مدد کے خیال سے ان کے قریب سوتا کہ رات کو جب بھی ضرورت ہو مَیں اُٹھ جاؤں، امّی کو تکلیف نہ ہو۔ لیکن ایسے موقع پر ہمیشہ امّی مجھ سے پہلے ابّا جی کے پاس موجود ہوتیں۔

کئی منظر میرے خیالوں میں مٹتے ابھرتے رہے۔ یہ گھر پیار کا ساحل تھا جہاں وقت کی لہروں نے لکڑی کا وہ تابوت سیپ کی طرح لا رکھا تھا جس میں کئی نایاب خوبیاں لئے ایک موتی تھا۔

راہِ مولیٰ کے شہید کی بیٹی تھی۔ احمدیت کی خاموش مجاہدہ، جو کسی کی امّی تھی اور کسی کی بڑی امّی، کسی کے لئے وہ خالہ تھی اور کسی کے لئے آپا۔ کتنے ہی مقدّس رشتے اس ایک وجود سے وابستہ تھے اور ہر رشتے کو اس نے خلوص سے نبھایا۔ ہر ایک سے پیار کرنے والی اور ہر ایک کو حوصلہ دینے والی وہ ہستی آج ہم میں نہیں تھی۔

کسی کے رونے کی آواز نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہ گھر پر کام کرنے والی ایک ملازمہ تھی۔ گھر اور زمین پر کام کرنے والی عورتیں بھی رو رہی تھیں۔ امّی نے انہیں بھی ماں کا پیار ہی دیا تھا۔ ان کے سروں سے بھی حوصلوں کا سائبان اتر گیا تھا۔ ''چوہدرانی تے فیر چوہدرانی ای سی نا'' یہ کہتے ہوئے کوئی دیہاتی عورت امّی کی ذات سے وابستہ کسی پیار بھری یاد کو دہرا رہی تھی۔

مسجد مبارک میں نماز جنازہ کے لئے عصر کا وقت مقرر تھا۔ جنازہ اُٹھا تو ہر آنکھ نم تھی۔ ہم گھر کے چھوٹے صحن سے گزر رہے تھے۔ گھر کے اس حصّہ میں باقاعدہ ہر

ہفتہ لجنہ کا اجلاس ہوتا اور دوسرے بہت سے فنکشن۔ اور ان سب سرگرمیوں کا مرکزی نقطہ امی ہوتی تھیں۔ امّی کو بھی گھر کا یہ حصّہ بہت پسند تھا۔ مَیں نے گھر سے نکلتے ہوئے مُڑ کر دیکھا۔ سب درو دیوار سلامت تھے لیکن ؎

ٹھنڈی تھی جس کی چھاؤں وہ دیوار گر گئی

بڑے گیٹ کے ساتھ برآمدے کی دیوار پر بوگن ویلیا کی بیل اور اس پر کھلے ہوئے سرخ پھول گھر کے ماتھے پر بندیا کی طرح سجے تھے۔ اس بیل کو بھی انہی ہاتھوں نے سینچا تھا جنہوں نے میری پرورش کی تھی لیکن وہ ان ہاتھوں کی موت سے بے خبر ہمیشہ کی طرح سر بلند کئے مسکرا رہی تھی۔ کسی یاد نے میرے قدم روک لئے.......

کئی ماہ پہلے جب ہم کینیڈا جانے والے تھے تو امّی ایک ہفتہ کے لئے لاہور چلی گئیں۔ تیسرے دن رات نو بجے دروازے کی گھنٹی بجی۔ اس وقت کون آیا ہوگا؟ مَیں ذہن میں اندازے لگاتا ہوا دروازہ کھول رہا تھا۔ امّی میرے سامنے کھڑی تھیں۔ ’’آپ؟ آج ہی واپس آ گئیں؟ آپ کو تو ایک ہفتے بعد آنا تھا‘‘۔ مَیں اس بیل کے نیچے کھڑا امّی سے بات کر رہا تھا۔

’’مَیں تو تیرے لئے دو دِن میں ہی اتنی اداس ہو گئی کہ مَیں نے کہا مجھے ابھی واپس جانا ہے‘‘۔ مَیں ساری عمر میں پہلی مرتبہ امّی کی زبان سے اداسی کا اظہار سُن رہا تھا وہ بھی اپنے لئے۔ سب بچوں کو ایک ایک کر کے گھر سے رخصت کر دیا تھا اور ملال کی شکن تک ماتھے پر نہ لائی تھیں۔

اب امّی اس یک طرفہ سفر پر روانہ ہو چکی تھیں جس سے واپسی کا کوئی رستہ نہیں۔ مَیں سوچ رہا تھا ’’کیا امّی اب بھی میرے لئے اداس ہوں گی؟‘‘........ آج اداس ہونے کی باری میری تھی.....

بہشتی مقبرہ پہنچ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ امّی کی قبر کے لئے جگہ ابّا جی کے پاؤں کی طرف ملی تھی۔ انتظامیہ نے حال ہی میں اس قطعے کو بڑھانے کا فیصلہ کیا تھا جس میں ابّا جی کی قبر آخری تھی۔ خدا تعالیٰ نے شاید دنیا کی طرح آخرت میں بھی ان دونوں کے ساتھ کا انتظام کر دیا تھا۔ ابّا جی کی وفات کے بعد بے شمار مرتبہ اسی جگہ مَیں نے کبھی اکیلے میں اور کبھی امّی کے ساتھ ابّا جی کے لئے دعائیں کی تھیں۔ دعا کا یہی مقام امّی کی آخری آرام گاہ کے طور پر منتخب ہوا تھا۔

تدفین کا عمل نجانے کتنی دیر جاری رہا۔ کچھ دیر پہلے نظر آنے والے گڑھے کی جگہ اب مٹی کا ایک ڈھیر تھا اور اس کی تہہ میں پیار کا شہر..... اتنے دنوں سے رُکے ہوئے آنسو آج پھر آنکھوں سے گر کر مٹی میں جذب ہو رہے تھے.... دعا کے بعد بہشتی مقبرہ سے نکلے تو سورج غروب ہو چکا تھا.... اگلی رات چاند رات تھی اور اس کے بعد امّی کے بغیر پہلی عید.....

عید کے دو دن بعد دل میں جدائی کے داغ لئے مَیں کینیڈا کے سفر کے لئے روانہ ہو رہا تھا۔ دریائے چناب کے اس پُل سے مَیں سینکڑوں مرتبہ گزر چکا تھا اور ہر دفعہ مجھے ایک ہی خیال ہوتا کہ گھر جلدی جانا ہے، امّی اکیلی ہوں گی۔ آج اسی پُل کو پار کرتے ہوئے مجھے واپسی کی نہ تو جلدی تھی اور نہ ہی خواہش، کہ اس گھر میں میرا انتظار کرنے والی ماماتا بھری آنکھیں بجھ چکی تھیں اور پیار کی وہ صدائیں بھی کہیں فضاؤں میں کھو گئی تھیں جو مجھے واپس بلائیں۔

20 مارچ کو پی آئی اے کی فلائٹ پر مَیں ٹورانٹو جا رہا تھا جس سے ٹھیک تیرہ ماہ پہلے مَیں اور امّی سفر کر رہے تھے۔ لیکن آج میرے ساتھ اشرف بھائی تھے۔

مَیں کئی ہفتوں کی تھکاوٹ سے چُور نجانے کس لمحے نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ کئی گھنٹوں بعد مَیں بیدار ہو رہا تھا۔ ذہن پر ایک فکر سی چھائی ہوئی تھی۔ مَیں خود سے کہہ رہا تھا ’’کہیں امّی بیٹھے بیٹھے تھک تو نہیں گئیں۔ میری سیٹ ساتھ ملا کر سو جائیں‘‘۔

مَیں نے جلدی سے آنکھیں کھول کر اپنے بائیں جانب دیکھا........ میرے ساتھ والی نشست خالی تھی۔

## عید کے دن

بشریٰ شاہین، جیکسن ول

اے ماہِ عید مجھ کو پیغام کچھ سُنا دے
ٹوٹے ہوئے دلوں کو اک بار پھر ملا دے
یاد آ گئے ہیں مجھ کو بھولے ہوئے فسانے
ماضی کے پُر مسرت رنگین وہ زمانے
افسردہ زندگی کو رنگیں قبا عطا کر
آ جائیں مسکراتے موسم وہ سب سُہانے
بے چین زندگی کو خوشیاں نصیب کرنا
جو دور ہو گئے ہیں ان کو قریب کرنا
جس سمت تُو رواں ہے میری دُعائیں لے جا
شاہیں کا بھی لے جا سب کو سلام لے جا

# ڈاکٹر مہدی کے نام

فائزہ نعمان

داستانِ غم سُنا دے ہاں دلِ مخزون اب
برزبانِ اشک کیا ہے لب اگر گویا نہیں

یہ شعر ڈاکٹر صاحب کی ایک نظم سے لیا گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے یہ ہمارے دکھ کی عکاسی کررہا ہے۔ میں اس سانحہ کی طرف اشارہ کررہی ہوں جو ابھی حال ہی میں پیش آیا ہے۔ ہمارے ایک اور بھائی راہِ مولیٰ میں قربان ہوگئے۔ بہت ہی لائق ذہین، محبِّ وطن اور خدا کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے ایک عظیم انسان خدا کے حضور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرچکے ہیں۔

میں 26 مئی کو پاکستان سے ایک مختصر قیام کے بعد واپس امریکہ آئی تو اس دل دہلا دینے والی خبر نے استقبال کرکے نڈھال کردیا۔ آنسو تھے کہ تھمتے نہیں تھے۔ لیکن پھر خود کو یہ سوچ کر سنبھالا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَO کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

نہ جانے میرے وطن کو کیا ہوگیا ہے۔ وہ وطن جسکی بنیاد محبت کی اینٹوں سے رکھی گئی تھی۔ وہ وطن جس کی آزادی میں ہمارے بزرگوں کا خون شامل ہے، کیوں فرقہ واریت کی آگ میں لپٹ گیا ہے؟ وہاں خون کی ہولی روز کھیلی جاتی ہے۔ فرقہ واریت نے ہمارے دیس کی جڑوں کو کھوکھلا کردیا ہے۔ مگر جماعت احمدیہ کی عظمت کو سلام ہے کہ اسلام کی عظیم مثال صرف اس جماعت کے دم سے ہے۔ کیسی کیسی عظیم قربانیوں پر بھی ہماری جماعت نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔

28 مئی 2010ء کو قیامت برپا کرنے والی خبر پاکستان سے آئی تھی جہاں 93 احمدیوں نے اپنی جان کا نذرانہ خدا کے حضور پیش کیا مگر جماعتِ احمدیہ نے صرف صبر کیا اور اپنے خدا کو اپنا منصف بنا کر معاملہ اپنے تمام طاقتوں کے مالک مولیٰ پر چھوڑ دیا۔ اور آج پھر کڑا وقت ہمارے سامنے کھڑا ہے۔

ڈاکٹر مہدی علی قمر کی اعلیٰ صفات کا میں کیا ذکر کروں وہ تو حیاتِ جاوداں پا گئے۔ عاجز، منکسر المزاج بہت لائق فائق اور فرشتہ صفت انسان تھے۔ دُکھ تو اُن کے اس ظالمانہ قتل پر ہے۔ عرشی ملک کا یہ شعر اسی تکلیف کی عکاسی کرتا ہے ۔

وہ تو آیا تھا تمہارے درد کے درمان کو　　ظالمو تم نے مسیحا خون میں نہلا دیا

اُس عظیم انسان کا مقصد، انسانیت کی بلا امتیاز خدمت کرنا تھا۔ صرف مذہب کے نام پر کب تلک یہ خون کی ہولی کھیلی جائے گی۔ ہم تو اُس امّت سے تعلق رکھتے ہیں جس اُمّت کا بانی رحمۃ للعالمین تھا۔ کسی جانور اور بے زبان پر ظلم کرنے سے روکنے والا اور انسانوں اور تمام جہانوں کیلئے رحمت ہی رحمت۔

اُس دین کی تعلیم کیسے ایسی ہوسکتی ہے۔ یہ لازماً غلط فہمی ہے یا پھر اُن کو پتا ہی نہیں کہ اسلام کیا ہے۔ اسلام کے نام سے ناآشنائی ہے ورنہ اسلام تو مکمل ضابطہءحیات ہے۔ درگزر کا حکم دیتا ہے نہ کہ قتل وغارت کا۔ یہی تو تکلیف دہ بات ہے کہ ظلم، خدا اور اس کے پیارے نبیؐ کے نام پر کیا جارہا ہے۔ وہ جو دنیا کیلئے رحمت تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی شہادت، ہمیں دُکھ اور تکلیف کے ساتھ صبر کرنے کا بھی موقعہ دے گئی اور خدا کی رضا پر راضی رہنا ہی ہمارا منشور ہے۔ 28 مارچ 2014ء کو ڈاکٹر صاحب مرحوم نے آخری نظم کہی۔ اس کے کچھ اشعار پیش ہیں ۔

موت کے رُوبرو کریں گے ہم　　زندگی کے حصول کی باتیں
نہ مٹا پائے گا یزید کوئی　　حق ہیں ابنِ بتول کی باتیں
سب فنا ہوگا پر رہیں گی تمام　　باقی اللہ رسولؐ کی باتیں

ہاں یہ سچ ہے سب فنا ہوگا پر رہیں گی تمام باقی اللہ اور رسولؐ کی باتیں۔ ظلم کسی حد تک بھی بڑھ جائے مگر حق کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ جب حق آئے گا تو باطل آگے آگے بھاگے گا۔ یہی حقیقت ہے۔ اس سے ہمیں کوئی انکار نہیں بلکہ یقینِ کامل ہے۔

ہمارے پیارے بھائی کو اللہ تعالیٰ جنت کے اعلیٰ درجات سے نوازے۔ اُن کے اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اُن کی اولاد کو اس قربانی کے بہت اعلیٰ درجے ملیں ۔

وہ جبرِ مسلسل ہے میرے دیس میں لوگو　　خودسایہ ءدیوار سے دیوار خفا ہے

# اپنے بہت پیارے بابا کی یاد میں

## عذرا احمد، نیو آرلینز

میرے بابا ایک بہت بڑے مولویوں کے گھرانے میں پیدا ہوئے اُن کی پیدائش 1889ء افغانستان کے ایک شہر غزنی میں ہوئی تھی۔ دادا جان بہت بڑے عالم فاضل اور دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ دادا جان کا نام مولانا معظم دین دیوبندی تھا۔ دادا جان کے صرف دو بیٹے تھے ایک میرے تایا جان مولانا عبدالحق صاحب آف شیخو اور ایک میرے بابا نور الحق منشی فاضل تھے۔

دادا جان غزنی افغانستان سے ہجرت کر کے اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر چارسدہ آ گئے۔ چارسدّہ خاص میں ایک مسجد تھی جو کہ اب بھی ہے اس میں امام بن گئے اور مسجد کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا گھر دیا جس میں دادا جان اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ رہنے لگے۔ والدہ صاحبہ یعنی ہماری دادی جان ہمارے بہت بچپن ہی میں فوت ہوگئی تھیں۔ دادا جان نے بڑے بیٹے کو مدرسہ میں داخل کروادیا اور میرے بابا کو سرکاری سکول میں۔ میرے بابا نے سرکاری سکول میں منشی فاضل کیا اور ایک گورنمنٹ کے سکول میں ٹیچنگ شروع کر دی۔ ان کی ٹیچنگ کے دوران گورنمنٹ پاکستان کو چند تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ضرورت پڑ گئی۔ جس میں میرے بابا کی selection ہوگئی اور وہ Training کے بعد بصرہ (عراق) روانہ ہوگئے۔ بصرہ میں اُنہیں کسی طرح سے اطلاع ملی کہ ہندوستان کے ایک گاؤں قادیان میں کئی برس پہلے کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

میرے بابا مولوی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کا انہیں انتظار رہتا تھا اس لئے انہوں نے سوچا کہ بصرہ کی ملازمت مکمل ہوتے ہی چارسدّہ جانے کی بجائے، قادیان جاؤں گا اور معلوم کروں گا کہ کیا واقعی مسیح موعود مبعوث ہو چکے ہیں اور کیا واقعی یہ بات سچ ہے۔ بعد از اں کچھ ہی عرصہ کے بعد بصرہ سے چھٹی لے کر قادیان گئے اور پوچھتے پوچھتے قادیان دارالامان پہنچ گئے۔ جیسے ہی مسجد مبارک میں داخل ہوئے تو سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ احباب جماعت کو درس القرآن دے رہے تھے۔ جب بابا کی نظر اُن پر پڑی تو بابا نے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے تو کسی نے کہا کہ ایک پٹھان آپ سے ملنے آیا ہے اور رو رو کر کہہ رہا ہے کہ یہ آدمی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ پھر بابا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملے، فوراً اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلسل رابطے میں رہنے کیلئے اپنا پتہ لکھوایا۔

بابا جان جب قادیان سے بیعت کر کے واپس چارسدہ آئے تو بابا نے اپنے بھائی مولوی عبدالحق صاحب کو بٹھایا اور جو کتابیں قادیان سے اپنے ساتھ لائے تھے وہ انہیں دکھائیں اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ قادیان میں کچھ عرصہ پہلے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور میں ان کے بعد ان کے دوسرے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آیا ہوں۔ اور اس طرح جس چیز کی مجھے تلاش تھی وہ مجھے مل گئی ہے۔ آپکا کیا خیال ہے؟ ساری باتیں سُن کر کاکا جی (مولوی عبدالحق) نے کہا کہ یہ سب تو صداقت معلوم ہوتی ہے۔ میں سب مانتا ہوں لیکن اس کے نتیجے میں ہونے والی مخالفت کون برداشت کرے گا۔ جماعت کے مخالفین تو ہمیں مسجد سے نکال دیں گے اور ماردیں گے۔ مجھ میں مخالفت سہنے کی طاقت نہیں۔ میں دل سے حضرت مسیح موعودؑ پر یقین رکھتا ہوں لیکن ظاہری بیعت نہیں کروں گا۔ ایک دلچسپ بات کا یہاں ذکر کرنا چاہوں گی کہ ہر جمعہ کو خطبہ دینے کیلئے کاکا جی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے مدد لیا کرتے تھے۔ سارے غیر از جماعت لوگ ان خطبوں کو بہت پسند کرتے اور برملا اس بات کا اظہار کرتے کہ مولوی صاحب آپ نے کیا زبردست خطبہ دیا ہے۔ اور وہ سارے خطبے الفضل یا روحانی خزائن سے ماخوذ ہوتے تھے۔

جب بابا نے مسجد جانا کلیۃً ترک کر دیا اور گھر میں اکیلے نماز پڑھنے لگے اور اس کے ساتھ انہیں قادیان سے مسلسل ڈاک بھی موصول ہونا شروع ہوگئی تو لوگوں کو شک ہوا۔ اُنہوں نے بابا سے اس شک کا اظہار کیا تو بابا نے اس بات کا اقرار کیا کہ میں تو اللہ کے فضل سے بیعت کر چکا ہوں۔ اس اقرار کرنے کی دیر تھی کہ چارسدہ میں احمدیت کی مخالفت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ ہر جمعہ کو مولوی احمدیوں کو بہت بُرا بھلا کہتے۔ لیکن میرے کاکا جی نے اس مخالفت میں حصہ نہیں لیا۔ حالانکہ مولویوں نے اکٹھے ہو کر احتجاج کیا اور اُنہیں بہت بھڑکایا کہ سب مساجد میں احمدیوں کی مخالفت کی جاتی ہے آپ کیوں نہیں کرتے، اس کا تو مطلب ہے کہ آپ بھی اپنے بھائی کو حق پر سمجھتے ہیں۔ انہیں اتنا تنگ کیا گیا کہ ایک دن انہوں نے بھی خطبہ جمعہ میں ہمارے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت بُرا بھلا کہا۔

جب میرے بابا نے ان سے گلہ کیا اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر چکا ہوں، آپ نے نعوذ باللہ اُنکو برا بھلا کہہ کر اصل میں مجھے بھی گالیاں دی ہیں۔ اور آج میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں آپ کے ساتھ آپ کی زندگی میں کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ نہ ہی آپ مجھ سے ملنے کی کوشش کریں۔

اس بات کے بعد کاکا جی کبھی کبھی چپکے سے ہمیں ملنے آتے، گھر کے باہر سے پوچھتے، اگر بابا گھر پر ہوتے تو گھر میں داخل نہ ہوتے اگر وہ گھر پر نہ ہوتے تو کاکا جی ہم سے مل کر چلے جاتے۔ بابا نے ہمیں ان سے ملنے سے کبھی نہیں روکا تھا۔ اس طرح محض حق کی محبت اور غیرت کی خاطر دو عزیز بھائیوں میں اس دنیا میں جدائی ہوگئی۔ اس واقعے کے تقریباً چالیس برس بعد کاکا جی نے اپنی مرض الموت میں بابا کو ملاقات کا پیغام بھیجا لیکن آپ نے اپنا قول نبھایا اور ان سے ملنے نہ گئے۔ وفات کے موقعہ پر بابا ان کے جنازے کیلئے گئے لیکن چونکہ ان کا جنازہ غیر از جماعت مولوی پڑھا رہے تھے، لہٰذا اُس میں بھی شامل نہ ہوئے۔ اور اس بات پر سختی سے کاربند رہے کہ جو شخص ہمارے آقا کو گالیاں دیتا ہے اُس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

آج بابا کے سارے رشتہ دار ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے علماء میں شمار کئے جاتے ہیں، کاکا جی کے پوتے بھی اس میں شامل ہیں اور اپنی جماعتوں کے امام الصلوٰۃ ہیں اور ہمارے ساتھ اب اُن کے خوشگوار تعلقات ہیں۔

# ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید

## صادق باجوہ۔ میری لینڈ

| | |
|---|---|
| درِ ظلم و ستم پھر وا ہوا ہے | مرے مولا! یہ کیسا ابتلا ہے |
| شہیدوں کو بھی کیا رُتبہ ملا ہے | درِ جنت بھی خود جن پر کھلا ہے |
| شہادت کی خبر جب بھی سنی ہے | ہوا احساس زندہ کربلا ہے |
| اُٹھی ہے ہوک سی کیوں دل سے یکبار | لگے یوں ہے یہی وقتِ دعا ہے |
| بھری ہے نفرتوں کی آگ دل میں | ارے ظالم! یہ کیا تجھ کو ہوا ہے |
| ہے معصوموں کو بھی قاتل بنایا | یہ کیسا زہر رگ رگ میں بھرا ہے |
| خدا کے نام سے ہر قتل جائز؟ | یہی کیا اُسوۂ خیرالوریٰ ہے |
| خیالی جنتوں میں بسنے والو! | جہنم ہی تمہاری اب جزا ہے |
| مجھے اپنے شہیدوں کی قسم ہے | فنا سمجھے تھے جس کو وہ بقا ہے |
| صدا تصویر سے مہدی کی آئی | ''مرا تن خون میں لت پت پڑا ہے |
| مگر میں خوش ہوں مولا کی رضا پر | مجھے زندہ شہادت نے کیا ہے'' |

# ''تمہاری یاد کی پرچھائیاں ہیں تم نہیں ہو''

ڈاکٹر عمران احمد خان، ربوہ

اتوار 25 مئی معمول کا ایک گرم دن تھا۔ دو پہر ایک بجے طاہر ہارٹ سے نکل کر خارجی دروازے کی طرف جاتے ہوئے گھنی چھاؤں والے راستہ پر مجھے محسوس ہوا کہ سامنے سے آنے والے قدم میری طرف بڑھ رہے ہیں بغلگیر ہونے پر میں نے بھی اپنے حصے کا حق ادا کر دیا لیکن پہلی نظر میں پہچان نہ سکا۔ ایک قدم پیچھے ہو کر دیکھا تو وہی شائستگی سے پُر، متبسم، نرم خُو اور خوبرو ڈاکٹر مہدی علی عرصہ بیس سال بعد میرے رُوبرو تھے۔ حال احوال دریافت کرنے کے بعد میں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اپنے پیشہ میں اتنی اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھنے پر کچھ وقت طاہر ہارٹ کیلئے بھی دیں۔ انہوں نے بتایا میں اسی مقصد کے تحت یہاں آیا ہوں۔ ہم تفصیلاً ملاقات کے وعدہ پر جُدا ہوئے۔

اگلے روز بعد از نماز فجر میں نے ڈاکٹر منیر مبشر کو جو میرے ہمسائے ہیں ڈاکٹر مہدی کی آمد کا بتایا ہم گھر داخل ہونے تک اُن کے ساتھ گزرے ہوئے آخری دنوں کی باتیں یاد کرتے رہے اور فیصلہ کیا کہ وقت نکال کر اُن سے اس بار ضرور ملیں گے۔

ڈاکٹر منیر مبشر نے بتایا کہ 1992ء کے سیلاب میں مجھے فوری طور پر دریائے چناب کے مغربی کنارے پر واقع ایک دُور افتادہ گاؤں ''بھٹھی بالا راجہ'' میں طبی کیمپ لگانے کیلئے دوائیں ڈاکٹر مہدی علی تک پہنچانے کا کہا گیا۔ وہ اُس وقت وہاں ضلع کونسل ڈسپنسری میں بطور میڈیکل آفیسر تعینات تھے۔ اور پھر کھلی فضا میں درختوں کے نیچے چارپائیوں پر بیٹھ کر سبزی اور تندوری روٹیوں کا لنچ یاد کرتے رہے۔ میں نے اسی سیلاب میں بعد ازاں ضلع سرگودھا کے دریائے جہلم کے مشرقی کنارے سے متصل علاقے میں اپنے ریلیف کیمپ کو یاد کیا۔ میجر سعدی صاحب کی نگرانی میں خدام دن بھر منہدم شدہ گھروں کی تعمیر کرنے میں مدد کرتے، میں ڈاکٹر سید مشہود احمد اور ڈاکٹر مہدی علی دواؤں کے ڈبے جیپ سے اُتار کر مختلف آبادیوں کی طرف نکل جاتے۔ خالصتاً دیسی ماحول میں کام پر جانے سے پہلے کھیتوں کی طرف رُخ کر کے نئی جگہ کا تعین اور اکتوبر کی خنک راتوں میں خیموں میں زمین پر سونا مشکل ترین مرحلہ ہوتا۔ سونے سے پہلے سانپوں کا ذکر ضرور ہوتا اور پھر یہ کہ آج میں درمیان میں سوؤں گا باہر کی طرف تمہاری باری ہے۔ ہنستے بولتے نیند آ ہی جاتی۔ دراصل ایک خادم جو بطور باورچی کی ڈیوٹی کے گزشتہ ایک ماہ سے کیمپ کے ساتھ تھا، سوتے میں سانپ سے کھیلتا رہا تھا۔ یہ ہے ڈاکٹر مہدی علی کے عملی زندگی کے آغاز کی ایک جھلک۔ سازگار ماحول کے میسر آنے پر انہوں نے محنت سے اپنی پیشہ ورانہ مہارت کو اوجِ کمال تک پہنچایا۔ یہ نافع الناس وجود شروع سے آخر تک اپنے علم اور وسائل سے درجہ بدرجہ اُسی جذبہء خدمتِ خلق سے بلاتخصیص معاشرے کے ہر طبقہ کو مستفید کرتا رہا اور اسی وجہ سے وہ ایک غیر معمولی ڈاکٹر کہلانے کا مستحق بنا۔

صبح ساڑھے چھ بجے موبائل کی گھنٹی بجی، دل دھک سے رہ گیا۔ ایسے وقت میں ڈاکٹر منیر مبشر کا فون تب ہی آتا ہے جب کوئی خاص بات ہو۔ جو سنا وہ وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ وہ پنچھی جس نے سات سمندر پار سے اُڑان بھری، شربتِ وصل بقا پینے کیلئے اپنے آبائی قطعہ ارضی پر اُترا، پلک جھپکنے میں نفس مطمئنّہ کے ساتھ اپنے رب کی طرف ہمیشہ کیلئے لوٹ گیا تھا۔ یقیناً ہم اُسی کے ہیں اور اُسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ جیتے جی اپنے گھر، محلّہ، اداروں اور جماعت کیلئے جیسے وہ صاحبِ افتخار تھا، اُس کی رخصتی بھی اسی کے شایانِ شان تھی۔

ہم نے اُن کی ہجرت سے قبل تیس سال کا عرصہ محلّہ میں اکٹھے گزارا۔ اُن کے اوصاف کا ذکر تو چلتا رہے گا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ان کی صلاحیتوں اور حسنِ اخلاق کا ہو بہو خلاصہ اپنے خطبہ جمعہ میں بیان فرما چکے ہیں۔ اگر اُن کی شخصیت کو ایک لفظ میں سمونا ہو تو وہ انگلش کی "pleasant personality" اردو کی ''دلآویز شخصیت'' اور پنجابی کا ''بیبا بندہ'' تھا۔ اس کا صحیح احساس تو اُسے ہی ہو سکتا ہے جو اُن کے قریب رہا ہو۔ اُن کی شخصیت پر سب سے موزوں تبصرہ ان کے بیٹے کا ہے کہ اگر اُن پر وار کرنے والے ان سے مل لیتے تو وہ ان کی زندگی میں بھی کوئی مثبت تبدیلی لے آتے۔ خاطر جمع رکھیں جمالی دور کے یہ مظاہر ہی دنیا میں امن کی ضمانت بنیں گے۔

اُس دن ڈیوٹی پر جاتے ہوئے میں اُن کے گھر جو اب بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے کے سامنے سے گزرا تو پاؤں رک سے گئے۔ یہ ایک شاد آباد گھر تھا اور محلے میں اسے مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ تمام گھر ہی خدمت پر کمر بستہ تھا۔ خود ڈاکٹر مہدی علی ہر سطح پر ذیلی تنظیموں کے فعال ممبر اور عہدے دار رہے ہیں۔ ان کی والدہ، خالہ نجمہ ابتداء سے لے کر 1993ء تک جب وہ خرابی صحت پر بیرون ملک چلی گئیں، لجنہ کی جنرل سیکرٹری یا صدر رہیں۔ اُن کے تمام بچوں کے سعید فطرت ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ تقریباً 35 سال تک اُنکی والدہ کے دورِ صدارت میں اُن کے گھر لجنہ کے اجلاس اور تربیتی پروگرام ہوتے رہے۔ مہدی علی کے والد چودھری فرزند علی صاحب نے بھی بطور صدر محلّہ کام کیا۔ اُن کے بھائی ہادی علی صاحب دھیمے، متین اور قابل مربی سلسلہ آج کل کینیڈا میں خدمات بجالا رہے ہیں۔ میں نے سوچا جو چمن اخلاص و وفا اور خدمت و اطاعت کے پانیوں سے سیراب ہوں ایسے گل رعنا اُن ہی میں کھلا کرتے ہیں' اور آگے گزر گیا۔

اپنے عہد کو پورا کرنے والے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے خدا سے اِس کا اجر پائیں گے۔ اُن کی کمی ہمیں ہر گام پر محسوس ہوتی رہے گی اور اُن کی یاد ہمارے دل سے کبھی محو نہیں ہو سکتی۔

وہی رنگِ شفق، بھیگی ہوا ہے
سنہری صبح ہے، بادِ صبا ہے
تم نہیں ہو
وہی آکاش پہ تاروں کا جُھرمٹ
ندی میں چاند بھی، اُترا ہوا ہے
تم نہیں ہو
خون سے رنگین، لالہ وگل
تمہارے حسن کی رعنائیاں ہیں
تم نہیں ہو
تمہیں ڈھونڈ کر لاؤں کہاں سے
تمہاری یاد کی پرچھائیاں ہیں
تم نہیں ہو

# زمین کا چاند

امتہ القدوس قدسیہ

آج بادل میں چُھپ گیا ہے جو
یہ تو مہتاب بن کے ڈولے گا
رشک آتا ہے چاند پہ سب کو
یہ قمر آسمان چُھو لے گا
اپنی باتیں کریں گے ہم اُس سے
وہ بھی سرگوشیوں میں بولے گا
غافلو! کیا یہ جان پاؤ گے؟
خود خدا اُس کے تن کو چُھو لے گا
راستہ تب مہک سا جائے گا
جب فرشتہ بھی ساتھ ہولے گا
آسمان خود کھڑا گواہی دے
جب شہید کا وجود بولے گا
بے وزن تم رہو گے دونوں جہاں
عدل جب آسمان تولے گا
ہم کریں ناز خون جب بھی بہے
تم کو میرا خدا ڈبو لے گا
جاؤ رخصت کیا تمہیں ہم نے
اک جہاں قمر تم کو رَو لے گا
اک مسیحا کو بھی امان نہیں
ایسا بیمار کیسے جی لے گا
آج انسانیت بھی شرمائے
آج انسان کیسے جی لے گا

# پریس ریلیز

## توہین مذہب کے بے بنیاد الزام کے تحت گرفتار احمدی پولیس حراست میں راہِ مولیٰ میں قربان کر دیئے گئے
## تمام انبیاء پر ایمان لانے والا کوئی احمدی توہین مذہب کا تصور بھی نہیں کر سکتا

(مرسلہ نظارت امور عامہ)

چناب نگر (ربوہ) تھانہ شرقپور ضلع شیخوپورہ میں توہین مذہب کے بے بنیاد الزام کے تحت حراست میں لئے گئے ایک احمدی مکرم خلیل احمد صاحب کو مورخہ 16 مئی 2014ء کو پولیس حراست میں راہِ مولیٰ میں قربان کر دیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق چند دن قبل بھوئیوال ضلع شیخوپورہ میں ایک معمولی لڑائی جھگڑے کو بنیاد بنا کر گاؤں کے شر پسند عناصر نے لاؤڈ سپیکر پر گاؤں کے لوگوں کو اشتعال دلا کر ہجوم جمع کر لیا جس نے گاؤں کا محاصرہ کر کے احمدیوں کے گھروں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ بعد ازاں پولیس نے 4 احمدیوں غلام احمد صاحب، احسان احمد صاحب، مبشر احمد صاحب اور خلیل احمد صاحب کے خلاف زیر دفعہ 295/A (توہین مذہب)، 337/2 اور 427 کے تحت مقدمہ درج کر کے اور نامزد ملزمان میں سے خلیل احمد صاحب کو گرفتار کر لیا تھا۔

ایف آئی آر میں نامزد ملزمان میں سے دیگر تینوں ملزمان کی عبوری ضمانت عدالت نے منظور کر لی تھی۔ جبکہ خلیل احمد صاحب تھانہ شرقپور پولیس کی حراست میں تھے۔ جمعہ کے روز سلیم احمد نامی شخص نے تھانہ میں گھس کر حوالات میں زیر حراست خلیل احمد صاحب پر فائرنگ کر دی جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ قاتل کو پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ خلیل احمد صاحب کی عمر 65 سال تھی اور ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

جماعت احمدیہ پاکستان کے ترجمان مکرم سلیم الدین صاحب ناظر امور عامہ نے انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اس وحشیانہ اقدام اور افسوسناک واقعہ کی شدید مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ توہین کے قوانین انتہا پسند عناصر کے ہاتھوں میں ایک ایسا ہتھیار بن چکے ہیں جس کو بے دریغ استعمال کر کے ذاتی دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انتہا پسند عناصر کے دباؤ پر درج ہونے والے مقدمہ سے قبل اگر تحقیقات کی زحمت گوارا کر لی جاتی تو صاف ظاہر ہو جاتا کہ ایک معمولی جھگڑے کو بنیاد بنا کر عوام کے مذہبی جذبات سے کھیلا جا رہا ہے۔ پولیس حراست میں ایک معصوم کا قتل سوالیہ نشان ہے۔ ترجمان نے کہا کہ حراست میں لئے جانے کے بعد ملزم کی حفاظت کی ذمہ داری پولیس کی تھی جس نے غفلت کا مظاہرہ کیا اور ایک قیمتی جان کا نقصان ہوا۔

جماعت احمدیہ کے ترجمان نے پولیس حراست میں قتل ہونے والے خلیل احمد صاحب کے واقعہ قتل کی منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے اور کہا کہ قتل کرنے والے ملزم اور اس واقعہ کی منصوبہ بندی کرنے والوں کو قانون کے مطابق کڑی سزا دی جائے۔

## 54 سال تک خدمات دینیہ بجالانے والے امیر و مشنری انچارج گھانا
## محترم عبدالوہاب بن آدم صاحب وفات پاگئے

احباب جماعت کو بہت دکھ اور افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ کے دیرینہ خادم، 54 سال تک خدمات دینیہ بجالانے والے امیر و مشنری انچارج' گھانا محترم مولانا ڈاکٹر عبدالوہاب بن آدم صاحب مورخہ 22 جون 2014ء کو گھانا کے مطابق دن گیارہ بجے بعمر 76 سال وفات پاگئے۔ ایک دن پہلے آپ کی طبیعت خراب ہونے پر اکرا گھانا کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا تھا۔

آپ 1938ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا محترم ابوبکر صاحب نے حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب کے زمانہ میں 1921ء میں بیعت کی اور جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق پائی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم میتھوڈسٹ Mathodist پرائمری سکول، یونائیٹڈ سینئر سکول اور پھر احمدیہ تعلیم الاسلام سیکنڈری سکول کماسی سے حاصل کی۔ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو وقف کیا۔ 1952ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے داخل ہوئے اور 1960ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ جب آپ حصول تعلیم کی خاطر جامعہ احمدیہ ربوہ آئے تو اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی والدہ صاحبہ کیلئے خوشنودی کا اظہار فرمایا کہ اس

خاتون نے اپنے خرچ پر محض دینی تعلیم کے حصول کیلئے گولڈ کوسٹ (مغربی افریقہ) سے اپنے بیٹے کو ربوہ بھجوایا۔ آپ گھانا میں بطور مربی سلسلہ 11 سال مختلف جماعتوں میں خدمات بجالاتے رہے۔ آپ ریجنل مربی شمالی گھانا اور ٹیچی مان پھر مشنری ٹریننگ کالج کے پرنسپل بھی رہے۔ کچھ عرصہ کیلئے آپ ربوہ تشریف لے آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو پیرامونٹ مشنری کے خطاب سے نوازا۔ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کسی سفر پر تشریف لے گئے تو حضور انور نے آپ کو تین دن کیلئے ربوہ میں امیر مقامی مقرر فرمایا۔ بحیثیت مربی سلسلہ آپ 21 اکتوبر 1972ء کو انگلستان پہنچے جہاں آپ 4 دسمبر 1974ء تک بطور مربی سلسلہ فرائض انجام دیتے رہے۔ 5 دسمبر 1974ء سے وفات تک احمدیہ مشن گھانا کے انچارج اور امیر کی حیثیت سے دعوت الی اللہ میں سرگرم عمل رہے۔

آپ خلافت احمدیہ کے ساتھ انتہائی محبت کرنے والے اور شیدائی تھے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے چار خلفاء سلسلہ کا زمانہ پایا۔ آپ خلفاء وقت کے مطیع، فرمانبردار اور وفادار سپاہی کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔ آپ مغربی افریقہ اور افریقہ کے دیگر علاقوں میں ایک بااثر شخصیت سمجھے جاتے تھے۔ آپ کو گھانا کے سابق اور موجودہ سربراہان سے ملاقات کا موقع ملا، ان ملاقاتوں میں ان کو قرآن کریم اور جماعتی کتب بھی پیش کیا کرتے تھے۔ مزید برآں گھانا میں مقیم مختلف ممالک کے سفارتکاروں، گھانا کی یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز، وزراء، ممبران پارلیمنٹ، پیرامونٹ چیفس، ججز، اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کی اہم شخصیات سے ملاقات کا موقع ملتا رہتا تھا۔ جن میں سے بعض کو قرآن کریم اور دیگر کتب سلسلہ بھی پیش فرمایا کرتے تھے۔ 1996ء کے جلسہ سالانہ انگلستان کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کی انکساری اور اطاعت کے بارے میں تعریفی کلمات ارشاد فرمائے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ انگلستان کے دوسرے دن اپنے خطاب میں جماعت کی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے جماعت احمدیہ گھانا اور آپ کی کاوشوں کا ذکر فرماتے رہے۔

آپ کو گھانا میں انٹرنیشنل فیڈریشن نے ایمبیسڈر آف پیس کا اعزاز دیا۔ آپ نے ربوہ انگلستان، قادیان، گھانا اور امریکہ کے جلسہ ہائے سالانہ کے مواقع پر خطاب کرنے کا شرف بھی حاصل کیا۔

اللہ تعالیٰ جماعت کے اس مخلص اور فدائی خادم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔

## بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

## قرار دادِ تعزیت

ہم طلباء قدیم تعلیم الاسلام کالج اور دیگر حاضرین اپنے اس ہنگامی اجلاس کے ذریعے ڈاکٹر مہدی علی صاحب قمر کے بہیمانہ قتل کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مہدی صاحب انسانیت کی خدمت کے مبارک جذبے کے تحت پاکستان میں عوام کی خدمت کے لئے امریکہ سے طاہر ہارٹ انسٹیوٹ، ربوہ میں کام کر رہے تھے۔ ابھی وہ دو دن پہلے پہنچے تھے، اور بزرگوں کی قبروں پر دعا کر کے بہشتی مقبرہ سے باہر اپنی اہلیہ اور کم سن بچے کے ساتھ نکل ہی رہے تھے کہ سماج دشمن قاتلوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**

ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت کی خبر پاکستان اور بیرونِ پاکستان نہایت افسوس سے سنی گئی، اور میڈیا نے اسے نمایاں طور پر شائع کیا، کیونکہ یہ مذہب کے نام پر خون کی بدترین اور تازہ ترین مثال ہے۔

ہم حاضرین شہید کے خاندان خصوصاً بھائیوں چوہدری ارشد علی اور ہادی علی، نائب پرنسپل، جامعہ احمدیہ کینیڈا، شہید کی اہلیہ محترمہ اور بیٹوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، اور حق تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی بے مثال قربانی کو قبول فرمائے۔ اور شہید کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور تمام پسماندگان کا خود حامی و ناصر ہو، آمین۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ہم ہیں تمام حاضرین مجلس، میری لینڈ، امریکہ 26th May 2014

# ”جس ڈھب سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے“

## مولانا ہادی علی۔ٹورانٹو، کینیڈا

”آج مَیں اپنے ایک انتہائی پیارے، مخلص، باوفا، نافع النّاس اور بہت سی خوبیوں کے مالک جن کا نام ڈاکٹر مہدی علی قمر تھا ابن مکرم چوہدری فرزند علی صاحب کا ذکر خیر کروں گا جنہیں 26 مئی کو ربوہ میں شہید کر دیا گیا۔“

”ان کو ربوہ سے ایک خاص محبت تھی جو ساری زندگی آپ کے دل میں رہی۔ یہانتک کہ اپنی جان بھی اسی سرزمین ربوہ میں اپنے خدا کے حضور پیش کی۔“

”طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں خدمت کے لئے اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر اور بغیر کسی تکلف کے پیش کیا۔ ارادے کے بہت پکے تھے۔ بے لوث خدمت خلق کے لئے ان کا اس ہسپتال میں آتے رہنا اپنے پیشہ کے ساتھ پُرخلوص وابستگی کا ثبوت ہے۔ انتہائی عاجز انسان تھے۔ حافظہ کمال کا تھا۔ قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ساتھ شاعری اور کیلیگرافی میں بھی دلچسپی تھی“۔

(حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۔خطبہ جمعہ30/مئی 2014ء)

ہمارا سب سے چھوٹا بھائی مگر بہت بڑا بھائی راہِ مولیٰ میں قربان ہو گیا۔ یوں تو یہ کوئی نئی قربانی نہیں ہے جو مہدی علی شہید نے پیش کی ہے۔ مگر اس دَور کے ایمانی تقاضوں میں ایک نیا رنگ اور نیا جلوہ پیش کرتی ہے۔

بنیادی طور پر قربانیوں کا سلسلہ آج سے چھ ہزار سال قبل حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں سے شروع ہوا تھا۔ اس کا ذکر سورۃ المائدہ کی آیت 27 سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ قربانیوں کو ذبحِ عظیم (وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ (الصّٰفّٰت:108)) کے ذریعہ ایک نیا رُخ عطا ہوا۔ اس عظیم رُخ پر رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ نے ایسی ایسی قربانیاں پیش کیں کہ جنہوں نے شجرِ اسلام کو کمال سیرابی عطا کی۔ رسول اللہ ﷺ کے داماد اور نواسے بھی راہِ حق میں قربان ہوئے اور ایک سے ایک بڑھ کر جلیل القدر اور محبوب ساتھی بھی اسی ”ذبح عظیم“ کے لئے پیش ہو کر شہید ہوئے۔

دورِ آخرین میں ایمان کو ثریا سے زمین پر لانے والے مسیح ومہدی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دور کا آدمؑ بھی قرار دیا، ابراہیمؑ بھی اور محمد ﷺ بھی۔ اس لئے اس دور میں قربانیوں کا انداز بھی اپنی نوعیت کا ایک خاص ”ذبح عظیم“ ہے جو ان مذکورہ بالا قربانیوں کا اجتماعی اور جامع رنگ رکھتا ہے۔ اس جامع دور میں الہامِ الٰہی ”شَاتَانِ تُذْبَحَانِ“ (کہ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی) کے پیغام بھی عملی رنگ اختیار کرتے ہیں، قربانی کے تقاضوں کے تحت دین کے لئے زندگیاں بھی وقف کی جاتی ہیں اور احیائے اسلام کے لئے رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کے نقشِ قدم پر جانیں بھی نچھاور کی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ دَور ہر پہلو سے ایک جامع دور ہے۔

26 مئی 2014ء کو میرے چھوٹے بھائی، صرف میرے ہی نہیں، انور احمد مبشر صاحب، ذوالفقار احمد صاحب، افتخار احمد نسیم صاحب، شمیم اختر صاحبہ، امۃ الحلیم صاحبہ، محمودہ نصرت صاحبہ، امجد علی صاحب، ارشد علی صاحب، اشرف علی صاحب، عفیفہ نجم صاحبہ اور ثمینہ نجم صاحبہ کے سب سے چھوٹے بھائی کو ربوہ کی مقدّس سرزمین پر شہید کر دیا گیا۔ یہ پہلے شہید کا خون تھا جس نے مسیح پاکؑ کے الہام ”داغ ہجرت“ کی تعبیر کی حامل مقدّس زمین کو خون دیا۔ ہمارا خاندان مہدی علی شہید کی اس قربانی پر فخر کرتا ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ فخر کرتا رہے گا۔

ربوہ کی سرزمین پر اپنے مولائے حقیقی کے حضور خون کا نذرانہ پیش کرنے والے کا نام مہدی تھا۔ وہ مسیحِ زماں ومہدئ دوراں علیہ السلام کا دل وجان سے سچا اور فدائی متّبع تھا۔ وہ اس کی جماعت کی سربلندی کا خواہاں تھا اور اس کے لئے سرگرمِ عمل بھی۔ اس کا نام اسے اس دَور کے مہدیؑ کے ساتھ سرتاپا وابستہ رکھتا تھا۔ اس کی شہادت کی تاریخ بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے وصال کی تاریخ تھی

بلکہ معیّن اور مکمل تحقیق کے مطابق ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح بھی اسی تاریخ یعنی 26 مئی ہی کو اپنے رفیقِ اعلیٰ سے واصل ہوئی تھی۔ یہ لکھنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ عزیزم ڈاکٹر مہدی علی شہید کو کوئی ایسا مقام دیا جا رہا ہے جس کا وہ کسی طور پر بھی مستحق نہ تھا۔ بلکہ یہ اتفاقات بیان کرنے کا اصل مقصد یہی ہے کہ ان کے بیان سے لواحقین کے پُر از درد و الم دلوں میں اس کی جدائی کے اِس غم کے ہوتے ہوئے بھی ایک گونہ تسکین کے سامان ہو جائیں۔ پھر یہ بھی ایک مقصد ہے کہ قربان ہونے والا یہ شہید کیسا خوش قسمت تھا کہ جنابِ الٰہی سے اسے شہادت کی وہ تاریخ ملی جوان پاک ترین وجودوں کے وصال کی تاریخ تھی جو اس کے جسم و جان، قلب و روح اور زندگی کے محور تھے۔ جو اس کے وجود کی علّتِ غائی تھے۔ پس یہ بیان کرنے کا اتنا ہی مقصد تھا وبس۔

شہادت کے ابتدائی وقت میں لی گئی مہدی علی شہید کی تصویر جب میں نے پہلی بار دیکھی تو اس کے زمین پر پڑے ہوئے شہید جسم اور پُر اطمینان چہرے کو دیکھتے ہی حضرت خبیب بن عدیؓ کے دو شعروں نے زبان اور سوچ پر قبضہ کر لیا۔ یہ شعر انہوں نے اس وقت کہے جب کفّار انہیں قتل کے لئے سوئے مقتل لے جا رہے تھے تو انہوں نے رضائے باری تعالیٰ پر خوشی کے ساتھ راضی ہو کر بڑے عزم و استقلال کے ساتھ کہا:

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِماً    عَلٰی اَیِّ شِقٍ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِی

وَ ذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَ اِنْ یَّشَاء    یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شَلْوٍ مُمَزَّعٖ

کہ جب میں اسلام کی حالت میں اور مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے یہ پرواہ نہیں ہے کہ میں قتل ہو کر کس پہلو پر گروں۔ یہ سب کچھ محض خدا تعالیٰ کے لئے ہے اور اگر میرا خدا چاہے گا تو میرے جسم کے پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکتیں نازل فرمائے گا۔

اگر حضرت خبیبؓ کی یہ بات سچ تھی اور یقیناً سچ ہے تو پھر ہر شہید احمدی کے جسم کا ہر ذرّہ اور خون کا ہر قطرہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسلام احمدیت کے لئے برکتوں کے نزول کا ضامن ہے۔

تصویروں میں مہدی علی شہید کولمبس امریکہ کی مسجد میں دیوار پر آویزاں دنیا کے ایک بڑے نقشے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' لکھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے جسم کے ایک ایک ذرّے نے اور خون کے ایک ایک قطرے نے حضرت خبیبؓ کی اس بات کو عملاً سچا ثابت کر دکھایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مہدی علی شہید کے جسم کے ایک ایک ذرّے کو برکتوں سے بھر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی شہادت کے ذریعہ ایک بار پھر احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو دنیا میں بڑی کثرت، سرعت اور زور کے ساتھ متعارف کرا دیا۔ اس طور پر شہید مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کو دنیا کے ایک بڑے حصّہ میں پہنچانے کا موجب بن گیا۔

ہمارے خاندان میں ہمارے ابّا جی محترم چوہدری فرزند علی صاحب مرحوم کے خاندان میں بھی بعض شہادتیں ہوئی ہیں اور والدہ محترمہ نجم النساء صاحبہ مرحومہ تو ایسی خوش نصیب بہشتی عورت ہیں کہ آپ کے والد محترم ماسٹر ضیاء الدین ارشد صاحب 1974ء میں شہید ہوئے اور اب بیٹا مہدی علی بھی شہید ہو گیا۔ یعنی آپ کے سر پر بھی شہادت کا تاج ہے اور گود میں بھی شہادت کا نذرانہ ہے۔ اے ہمارے پیارے اللہ! ان کو اپنی رحمت و قربِ خاص سے نواز۔ آمین

ہمارے والد صاحب مرحوم ایک دلیر، نڈر اور بہادر زمیندار تھے۔ سچّے اور سر بلند مخیّر اور غریب نواز تھے۔ کبھی کسی کے ناجائز دباؤ میں نہیں آئے۔ ہماری والدہ بھی اسی طرح بہادر، نڈر اور صبر و استقامت اور ہمت کا شاہکار تھیں۔ دن رات گھریلو اور جماعتی کاموں میں مصروف و مشغول تھیں۔ دونوں ہی تہجّد گزار اور نیکیوں میں سبقت لے جانے والے تھے۔ 1974ء میں میرے بڑے بھائی اشرف علی صاحب اور میرے ماموں راجہ نعیم احمد صاحب گرفتار ہو کر سرگودہا جیل میں محصور تھے۔ ہم دیکھتے تھے کہ بعض عورتیں فکرمند ہو کر ہماری والدہ سے دکھ کا اظہار کرتیں تو آپ انہیں بڑے صبر و عزم کے ساتھ کہتیں کہ وہ جماعت کی خاطر قید ہوئے ہیں اس لئے فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر انہیں کوئی نقصان بھی پہنچتا ہے تو بھی وہ جماعت کے لئے ہے۔ پس یہ تو فخر کی بات ہے نہ کہ فکر کی۔ اس طرح آپ ایسی عورتوں کو تسلّیاں دے کر رخصت کر دیتی تھیں۔

سرگودہا جیل میں مقیّد ربوہ کے افراد سے ملنے کے لئے جانے والوں پر 16 جولائی کو سرگودہا کے اسٹیشن پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ اس قافلے میں مَیں بھی تھا اور ہمارے نانا جان بھی تھے۔ نانا جان کو سر پر گولی لگی اور وہ اس سے جانبر نہ ہو سکے۔ عین برستی ہوئی گولیوں میں مَیں اور دو مزید جوان زخمیوں کو سنبھالنے لگے۔ چنانچہ جلد ہی انہیں سیڑھیوں کی اوٹ میں چھپانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے

بعد ہم تینوں پلیٹ فارم سے نیچے ریل کی پٹڑی پر اتر کر حملہ آوروں کی گولیوں کا جواب پتھروں سے دینے لگے۔ ہماری کوشش یہ بھی تھی کہ حملہ آور اس پلیٹ فارم پر نہ آسکیں جس پر ہمارے زخمی پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ جو ادھر آتا ہم اسے پتھر مار کر واپس لوٹنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ بعد میں ان زخمیوں کو سرگودہا ہی میں ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ مَیں ان کی دیکھ بھال اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اس رات ان کے ساتھ ہسپتال میں ٹھہر گیا۔ اس اثنا میں ربوہ میں طرح طرح کی خبریں اور افواہیں گردش کرنے لگیں۔ میرے بارے میں بھی مشہور ہو گیا تھا کہ مجھے بھی گولی لگی ہے۔ اس ساری صورتحال میں میرے والدین کسی گھبراہٹ یا بے صبری میں مبتلا نہیں ہوئے۔ دونوں ہی آنے والوں کو تسلّیاں اور دلاسے دے رہے تھے۔ بعد ازاں جب نانا جان کی کیفیت کا والدہ کو علم ہوا تو وہ کسی جزع فزع میں مبتلا نہیں ہوئیں۔ انہوں نے دعاؤں کے ساتھ بالکل معمول کے مطابق سب کام جاری رکھے۔

ہمارے نانا جان ربوہ کے مکینوں میں پہلے شہید تھے اور مہدی علی سرزمینِ ربوہ کو اپنے خون سے سیراب کرنے والے پہلے شہید ہیں۔ ہماری ماں کیسی سرخرو ماں ہے جسے اوپر نیچے یہ امتیاز عطا ہوئے۔ یہ دونوں سعادتیں ہماری خوش قسمت عظیم ماں کو نصیب ہوئی ہیں کہ اس کا باپ بھی ایک ممتاز شہید ہوا اور سب سے لاڈلا بیٹا بھی ایک ممتاز شہید بنا۔ اے اللہ ان کی قربانیوں کو قبول فرما اور ان کے خون کو احمدیت کے لئے مفید بنا۔

مَیں نے اپنے والدین کو کسی مشکل میں گھبراتے نہیں دیکھا۔ ان کے نزدیک کوئی کام ایسا نہ تھا جو نہ ہو سکتا ہو۔ ہر چیلنج کو قبول کرنے اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ان میں بھرپور صلاحیت اور طاقت موجود تھی۔ مہدی علی شہید انہی ماں باپ کا بیٹا تھا اور وہ بھی ان اوصاف سے پوری طرح متّصف تھا۔ ایسے ہی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

اے رات! ستاروں سے کہہ دے، گلشن کی بہاروں سے کہہ دے
ہم ڈرتے نہیں طوفانوں سے، موجوں کے اشاروں سے کہہ دے
آزاد کریں ہر حلقۂ شب سے، سورج کو سچائی کے
ضامن ہیں تمہاری ہستی کے، کرنوں کے اجالوں سے کہہ دے
جو دجل کی تیرہ شب میں بھی خورشید و قمر سے چمکے ہیں
دنیا کا وہ روشن مستقبل ہم ہیں اندھیاروں سے کہہ دے
تھامے ہیں محبت کا پرچم، ہم اہلِ صفا، ہم اہلِ حرم
ہر بازی تم کو مات کریں، نفرت کے ماروں سے کہہ دے
لڑ کر سب طوفانوں سے، چیر کے سب منجدھاروں کو
پہنچیں گے تم تک وعدہ ہے، ساحل سے، کناروں سے کہہ دے
پروانے شمعِ خلافت کے ہم اللہ کی رسّی تھامے ہیں
جل جاؤ گے اپنی آگ میں تم، ابلیسی شراروں سے کہہ دے
ہم صبر و رضا کے بحرِ کراں، ہم عزم و وفا کے کوہِ گراں
مٹ جاؤ گے، ہم سے الجھو تو، جا کفر کے دھاروں سے کہہ دے
ہو جائیں گے نابود جہاں سے یہ "اُعْلُ ھُبَلْ" کہنے والے
ہے امر "اَنَا الحق" کا نعرہ، سب جان نثاروں سے کہہ دے
سب کوہ و دمن، سب دشت و چمن، گونجیں گے "اللہ اکبر" سے
حق آئے گا، تم بھاگو گے، باطل کے یاروں سے کہہ دے
توحید کے پھولوں سے دیکھو دھرتی کا آنگن مہکا ہے
تم سب سے حسیں ہے یہ منظر، ان مست نظاروں سے کہہ دے

(ڈاکٹر مہدی علی چوہدری۔ کولمبس اوہائیو)

مہدی علی شہید باوجود اپنی معصومیت، انکسار اور ایثار پسند طینت کے دلیر، محنت خُو اور آگے سے آگے بڑھنے والا تھا۔ اس نے والدین کی طرح محنت اور خدمت کو اپنا نصب العین بنا کر اپنی ہر صلاحیت کو چمکانے کی کامیاب کوشش کی تھی۔ وہ بہت بڑا اور قابل ماہرِ قلب تھا اور اپنے سینے میں بھی بہت بڑا اور وسیع دل رکھتا تھا۔ وہ دوسروں کو فوقیت دینے کا عادی تھا اور ان کے لئے ایثار کے پہلو بچھانے کی تڑپ رکھتا تھا۔ اس کی ایسی بہت سی خوبیوں نے اس کے کردار میں ایک نمایاں چمک پیدا کر دی تھی۔ یہی جذبہ تھا جو اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کا مصداق بنا چکا تھا کہ

مرا مطلوب و مقصود و تمنّا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

کہ میرا ہدف، میرا مقصود اور تمنّا خلقِ خدا کی خدمت ہے۔ یہی میرا کام ہے، یہی میرا فرض ہے، یہی میرا طریق ہے اور یہی میرا راستہ ہے۔

اس راستے پر وہ ہر تکلّف اور راہ و رسم کی پرواہ کئے بغیر انتہائی سادگی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف اور تیز گام رواں دواں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے تحت بغیر کسی تصنّع اور بناوٹ کے اس کی زندگی کا جیسے عنوان یہ تھا کہ

مَنِہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

وہ کسی تعریف اور ستائش کا خواہشمند نہ تھا۔ وہ خدمت ہی کرتا تھا اور خدمت ہی کی راہوں کا راہی تھا۔ وہی اس کی زندگی کی صراطِ مستقیم تھی جس پر چلتے ہوئے اس نے ایک جست میں ہی ایک بیاباں طے کر لیا ہے۔ یہ حقیقت بھی تو کوئی نظر انداز نہیں کر سکتا کہ اس نے اپنی موت کے بعد بھی جماعت کے لئے خدمت کا کام ہی سرانجام دیا۔ وہ دنیا کے کونے کونے میں احمدیت کے نام کو اپنے ہی رنگ میں اجاگر کر گیا۔ اللہ اس کی اس کوشش کو قبول کرے اور اس کی شہادت شجرِ احمدیت کی آبیاری میں نمایاں کردار ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے کتنا نمایاں فرق رکھا ہے گناہِ کبیرہ کے مرتکب درندے قاتل میں اور راہِ مولیٰ کے سربلند شہید میں۔ وہ قتل کر کے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ملعون ہو کر زمین دوز ہو جاتا ہے اور دنیا سے منہ چھپاتا پھرتا ہے اور یہ طائر لاہوتی دنیا کے پنجرے سے آزاد ہو کر رضائے باری تعالیٰ کی جنتوں میں مکین ہے۔ ساتھ ہی اس دنیا کے کونے کونے میں چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جس کے ساتھ لاکھوں لوگوں کی ہمدردیوں کے ساتھ ساتھ کروڑوں دعائیں بھی ہیں۔ اِس شہید کا کہنا کیسا سچ تھا کہ

میں پنّکھی توں کیڑے وانگوں توں دھرتی اندر روڑناایں

میری اڈاری امبر تائیں توں پیراں تھلّے مرناایں

کہ میں تو ایک پرندہ ہوں جس کی اڑان آسمانوں تک ہے اور تو ایک کیڑا ہے جو زمیں میں گھستا ہے اور پیروں تلے مرنے والا ہے۔

میں جب اپنے والدین کی شخصیتوں کو اور ان کے کردار کو دیکھتا ہوں تو ان میں جماعت اور دین کے لئے اسی جذبے اور شوقِ قربانی کو نمایاں پاتا ہوں جو ہمیشہ ہی قرونِ اولیٰ کے فدائیوں میں نظر آتا ہے۔ چنانچہ صرف صحابہؓ ہی نہیں، صحابیاتؓ کے نمونے بھی دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک حیرت انگیز جانثار قوم تھی جو موت کے پیالوں میں شرابِ زندگی کے خُم پر خُم چڑھانے کے لئے ہر لحمہ سربکف تھی۔ اُس دَور کی طرف نظر اٹھائیں تو ایسے کئی منظر آتے ہیں کہ اگر کسی صحابیہ کا خاوند فوت ہوتا ہے تو وہ کوئی جزع فزع کرتی دکھائی نہیں دیتی۔ بیٹے شہید ہوتے ہیں تو کوئی ماتم برپا نہیں کرتی۔ والد خدا تعالیٰ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے تو وہ کوئی نوحہ نہیں کرتی۔ ساری تاریخِ صحابہؓ کھنگال لیں، کوئی واقعہ ایسا نظر نہیں آتا کہ کسی صحابیہؓ نے خدا تعالیٰ سے یا اس کے رسول ﷺ سے اپنے کسی عزیز ترین کی شہادت پر ایسا کوئی شکوہ کیا ہو بلکہ اس کے برعکس فدائیت کا یہ عالم تھا کہ غزوۂ اُحُد میں بھاری جانی نقصان کے بعد جب صحابہؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو مدینہ کے لوگ شہر سے باہر دور تک نکل آئے تھے۔ ایک انصاری صحابیہ کو اُحد سے آنے والے ایک شخص نے بتایا کہ اس کا باپ، بھائی اور خاوند سب شہید ہو گئے ہیں۔ وہ عظیم حوصلہ والی فدائی صحابیہ جو رسول اللہ ﷺ کی خیریت سننے کے لئے بے تاب ہو رہی تھی بے چین ہو کر بولی ''مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟''۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں اور وہ سامنے تشریف لا رہے ہیں۔ جب اس کی نظر رسول اللہ ﷺ پر پڑی تو بے اختیار ہو کر بولی۔ ''کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ'' کہ آپؐ زندہ ہیں تو باقی تمام مصیبتیں ہیچ ہیں۔

یہ تو ایک مثال تھی اس پیکرِ صبر و رضا صحابیہؓ کی جس کے تقریباً سارے ظاہری سہارے اس سے چھوٹ گئے تھے مگر وہ اس اطمینان کے ساتھ گھر واپس لوٹی تھی کہ الحمدللہ رسول اللہ ﷺ تو خیریت سے ہیں۔ یہی اطمینان ان کا سب سے مضبوط اور اٹوٹ سہارا تھا۔

پھر حضرت خنساءؓ جیسی شیر دل مائیں بھی تو تھیں جو دلیری اور جانثاری کا روشن مینار تھیں۔ حضرت خنساءؓ ایک پاکباز اور عالی نسب عورت تھی۔ عربی زبان کی بے نظیر عالمہ اور بے مثال شاعرہ تھیں۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دَور میں 16 ہجری میں فارس میں جنگ قادسیہ میں اپنے شیروں جیسے چاروں بیٹوں کو خود تیار کر کے شہادت کی تمنا کے ساتھ، ان پر پسپائی کے دروازے بند کر کے انہیں میدانِ کارزار میں بھجواتے ہوئے کہا:

''تم اپنی مرضی سے مسلمان ہوئے اور تم نے اپنی خوشی سے ہجرت کی.......تمہیں علم ہے اس ثواب کا جو اللہ تعالیٰ نے کفّار کے ساتھ جنگ کرنے میں رکھا ہے۔ پس تم بصیرت پر قائم ہو کر کل صبح دشمن کے ساتھ لڑائی کے لئے روانہ

ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے مدد کے طالب رہو"۔

حضرت خنساءؓ کی کوکھ سے جنم لینے والے یہ شیر، رسول اللہ ﷺ کے صحابی سوئے میدانِ کارزار روانہ ہوئے اور یکے بعد دیگرے دادِ شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرتے ہوئے رضائے باری تعالیٰ سے معمور ابدی جنّتوں میں جاگزین ہوگئے۔ حضرت خنساءؓ کو جب ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو ایک شانِ مومنانہ کے ساتھ پُر اعتماد لہجے میں فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنِیْ بِقَتْلِهِمْ وَ اَرْجُوْا مِنْ رَبِّی اَنْ یَّجْمَعَنِی بِهِمْ فِی مُسْتَقَرِّ رَحْمَتِهٖ" الحمدللہ کہ اس نے مجھے ان کی شہادت سے مشرّف فرمایا ہے اور مجھے اپنے ربّ سے امید ہے کہ وہ مجھے ان کے ساتھ اپنے جوارِ رحمت میں اکٹھا کرے گا۔

میں سوچتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی قربانیوں کے حوالے کس تفصیل کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے صحابہ اور صحابیات کے ساتھ ملتے ہیں۔

عزیزم مہدی علی شہید نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ربوہ سے باہر چلے جانے کے بعد اپنے دلیر والدین کے ساتھ سب سے زیادہ وقت گزارا تھا اور اب شہادت کے بعد بھی وہ سب سے پہلے ان کے پاس پہنچ کر ضرور ان کے ساتھ جوارِ رحمت میں باغِ رضوان میں ہوگا۔ انہی نے تو اپنے بچوں کی ایسی تربیت کی تھی۔

مہدی علی شہید والدین کا وہ بیٹا تھا جس نے والد صاحب کی علالت کے آخری دنوں میں ان کی دن رات خدمت کی۔ وفات سے قبل جب وہ چند ماہ کے لئے چلنے سے معذور ہوگئے تھے تو مہدی شہید ہی ربوہ میں ان کے پاس تھا جو اُن کی جملہ ضروریات وحاجات کی نگہداشت کرتا تھا اور ادویہ وعلاج وغیرہ کا پورا خیال رکھتا تھا۔ دوسرے بھائی جو ربوہ میں تھے وہ بھی ان کی خدمت کرتے تھے مگر مہدی علی شہید ان کے ساتھ رہتا تھا اور سب سے زیادہ ان کی خدمت کی توفیق پاتا تھا۔

ہماری والدہ مرحومہ کو جب ٹورانٹو میں دل کا حملہ ہوا تو مہدی علی شہید نے ان کی دیکھ بھال میں بھی دوسرے بھائیوں کے ساتھ خدمت کا پورا پورا حق ادا کیا۔

جب تک مومنوں کی جماعت میں، جماعت احمدیہ میں ایسے والدین موجود رہیں گے اور ایسی اولادیں پیدا ہوتی رہیں گی، جماعتِ احمدیہ کسی شکست کا تو کیا ایک ذرّہ برابر مایوسی کا شکار نہیں ہوسکتی۔ یہ علامتیں نبیوں کی جماعتوں کی امتیازی علامتیں ہیں اور یہ کردار ان کی جماعتوں کے نمایاں کردار ہیں۔ انشاءاللہ قیامت تک دین کے ایسے عاشق والدین بھی ہوتے رہیں گے اور راہِ مولیٰ میں فدا ہونے والی ایسی اولادیں بھی۔

نبیوں پر ایمان لانے والے جب ایمان کی آہنی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس بنیاد سے ہلا نہیں سکتی خواہ انہیں مصائب کی چکّی میں پیس ہی کیوں نہ ڈالا جائے، ان کے پائے استقلال میں ایک ذرّہ برابر بھی لغزش نہیں آتی۔

ظالم تو اپنی نام نہاد ظاہری طاقت کے بل بوتے پر یہ خیال کرتا ہے کہ وہ مومنوں کو ظلم وتعدّی کے ذریعہ ان کے ایمان سے ہٹا دے گا۔ وہ ظلم کرتا ہے، مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا تو اس پر بھِنّا جاتا ہے، لہٰذا مزید تشدّد کرتا ہے۔ لیکن اس دفعہ بھی اس کا تشدّد ہار جاتا ہے۔ اس کی پہنچ مومنوں کے صبر و ثبات کی بلندی کو چھو بھی نہیں سکتی۔ پھر وہ سٹپٹا کر مزید شدید ظلم تراشتا ہے مگر مومنوں کے ضبط و استقلال کی اونچائی مزید بلند ہوتی چلی جاتی ہے۔ اِدھر ظلم بڑھتا ہے تو اُدھر استقامت بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اسی کشمکش میں، اسی جدّوجہد میں، اسی دوڑ کے عالم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ کہ انجام کار مومن اور متقی ہی کامیاب وکامران ہوتے ہیں۔ فتح اور غلبے کا الٰہی وعدہ اپنی پوری شان، چمک اور آب وتاب کے ساتھ مومنوں کے حق میں پورا ہوتا ہے۔

ان مصائب وآفات میں اگر ایک مومن کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس سے پوری جماعتِ مومنین کے دل بھی تڑپ اٹھتے ہیں مگر ان کا شعار، جیسا کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا، یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ربّ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنے صبر وثبات کے لئے مزید دعائیں کرتے ہیں۔

عدّو جب بڑھ گیا شور وفغاں میں  نہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں

وہ اپنے ربّ میں مزید جذب ہوتے ہیں، وہ اس میں مزید ڈوب جاتے ہیں اور اس سے اپنے زیرِ ظلم بھائیوں کے لئے رحمت وبخشش کی التجائیں کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا قرب ایک طاقت ہے جو انہیں ابتلاؤں اور امتحانوں کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی عطا ہوتا ہے جس کے سہارے ان کا ہر قدم جدّوجہد اور ترقی کی طرف اٹھتا ہے اور آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کی جماعت کے لئے دشمن کی مخالفت اور عداوت میں بھی

خیر کا ایک پہلو رکھ دیتا ہے۔حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''محبت اور عقیدت کی توجہ تو ایک جدا امر ہے مگر عداوت کی توجہ بھی بے فائدہ نہیں ہوتی بلکہ مفید ہوتی ہے۔دیکھو آنحضرت ﷺ کے مکّہ کے زمانے میں آپؐ کے مقابل میں محبت اور عقیدت کی توجہ تو نہایت ہی کم بلکہ کچھ بھی نہ تھی مگر عداوت کی توجہ کامل طور سے تھی اور آخر یہی عداوت کی توجہ آپؐ کی عام لوگوں اور عرب کے کناروں میں شہرت پہنچانے کا باعث ہوگئی۔ورنہ آپؐ کے پاس اس وقت اور کیا ذریعہ تھا جو اپنی دعوت کو اس طرح شائع کرتے۔آپؐ کے واسطے اس وقت تبلیغ کا پہنچانا نہایت مشکل کام تھا مگر خدا تعالیٰ نے یہ کام کیا کہ دشمنوں ہی کے ہاتھوں سے ایسا کر دیا''۔(الحکم10/ اپریل 1902ء)

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے اس حقیقت افروز بیان کی روشنی میں صحابہؓ کے صبر واستقلال کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی قربانی پیش کرنے میں یا کسی بھی بڑے سے بڑے امتحان میں سے گزرنے میں انہیں کبھی کوئی تردّد نہ ہوا۔ان آزمائشوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آگے سے آگے ہی بڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت بھی اپنے اندر بعینہٖ یہی روح رکھتی ہے۔اس کا ایک مظہر ہمارا بھائی مہدی علی شہید بھی ہے۔اس کی اس قربانی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 30 مئی 2014ء میں فرمایا:

''یہ شہید تو اپنی زندگی میں بھی کامیابیاں دیکھتا رہا اور مخلوق خدا کی خدمت کرتا رہا اور موت بھی ایسی پائی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے دائمی زندگی دے گی۔اللہ تعالیٰ ہمارے اس پیارے بھائی کو جنت میں اعلیٰ درجے عطا فرمائے۔لحظہ لحظہ ان کے درجات کی بلندی ہوتی رہے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں اسے جگہ دے۔ان کے بیوی بچوں کو بھی اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ڈاکٹر صاحب شہید کی تمام نیک خواہشات اور دعائیں جو انہوں نے اپنے بچوں کے لئے کیں، انہیں قبول فرمائے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی عبد الرحمٰن اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید رضی اللہ عنہما کی شہادتوں کے ذکر کے بعد فرمایا تھا کہ

''اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے مَیں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔''(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد20 صفحہ 61)

اب تک شہادتوں کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے آپؑ کی خدمت میں انتہائی عجز اور اعتماد کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کے پاک مسیح! آپ کی جماعت میں آپ کی تعلیم کے طفیل قرآن پاک کے ذکر '' وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ'' پر دل وجان سے عمل کرنے والے کثرت سے موجود ہیں۔وہ آپ کی آواز پر عزم، استقامت اور صبر واستقلال کے ویسے نمونے دکھانے کے لئے مستعد کھڑے ہیں جو آپ ان سے توقع رکھتے ہیں۔ ''فَمِنْهُم مَّن قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ''(الاحزاب: 24) کہ ان میں سے وہ بھی ہیں جو اپنی باری پوری کر چکے ہیں اور وہ بھی ہیں جو ابھی اپنی باری کے منتظر ہیں۔

## عاجزانہ دُعائیں

اے زندہ اور ہمیشہ اور ہمیشہ قائم ودائم رہنے والی ہستی تیری رحمت سے مدد چاہتا ہوں یقیناً میرا ربّ آسمانوں اور زمین کا ربّ ہے۔

اے حفاظت کرنے والے۔اے غالب۔اے رفیق۔رفیق خدا تعالیٰ کا نیا نام ہے جو کہ اس سے پیشتر اسمائے باری تعالیٰ میں کبھی نہیں آیا۔ (تذکرہ صفحہ 674)

اے ربّ العالمین تیرے احسانوں کا میں شکر ادا نہیں کر سکتا تو نہایت ہی رحیم وکریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔میرے دل میں اپنی خاص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل وکرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے آمین ثم آمین۔

(مکتوباتِ احمد جلد پنجم صفحہ 5 ، ادعیۃ المھدی)

# عزیزم ڈاکٹر مہدی علی شہید کی یاد میں

محمد شریف خان

اشکوں میں ڈھل رہی ہیں مرے خونِ دل کی بوندیں
غمِ ہجر سے ہوں گھائل ، مرا دل ہے پارہ پارہ
(مہدی علی)

مہدی علی شہید ہمیں چھوڑ کر ہمیشہ کی زندگی پا گیا۔ کلاس میں بیٹھا یہ خوش شکل، خوش مزاج، دھیما سا لڑکا، کسے پتا تھا، ایکدن دنیا کا معروف ماہر امراضِ قلب بن کر افقِ طبابت پر ابھرے گا، اور پھر آناً فاناً جامِ شہادت نوش کر کے زندہ وجاوید ہو جائے گا۔

یہ درجہ ہے جسے خالق بخشے، نہ بخشے!

1978-80 کے سیشن میں تعلیم الاسلام کالج میں مہدی علی ایف ایس سی پری میڈیکل کا طالب علم تھا۔ ربوہ شہر میں آتے جاتے ملاقات ہوتی۔ 'سر، السلام علیکم' 'مہدی علی کیا کر رہے ہو؟' سر امتحان کی تیاری کر رہا ہوں، دعا کریں۔ مجھے ایک دو چیزیں پوچھنا ہیں' 'ٹھیک ہے کل عصر کی نماز کے بعد گھر آ جانا'۔۔۔ یہ سالوں پرانی یادیں، چہرے پر کھیلتی مخصوص شریفانہ مسکراہٹ، نشیلی آنکھیں، مہذب طور واطوار، آج جواں مرد مہدی علی کی یاد کو تازہ کر رہی ہیں۔

چند سال پہلے فون کیا، 'ڈاکٹر مہدی علی، مجلس طلباء قدیم تعلیم الاسلام کالج امریکہ، اپنا 'المنار' شروع کر رہی ہے، آپ اچھا شعر کہتے ہو، شامل اشاعت کے لئے اپنی کوئی نظم بھیجیں'۔ 'جی سر نظموں کا مجموعہ بھیج رہا ہوں، جو پسند آئے'۔ ابھی کچھ دن ہوئے مجھے کولمبس میں مکرم نور الحق خان صاحب کے فون کی تلاش تھی، ڈاکٹر مہدی کو فون کیا، دو سیکنڈ میں میرا مطلب حل ہو گیا! یہ تھا، ہمارا مہدی علی امریکہ کا مشہور کارڈیالوجسٹ! اندازہ کیجئے یہ ڈاکٹر اپنے پیشے کے لحاظ سے کتنا مصروف ہوگا۔ جب بھی فون کیا ہمیشہ ڈاکٹر مہدی کو لائن پر موجود پایا، ورنہ شاگرد نہ شاگرد ڈاکٹر صاحبان کو جب فون کیا، الا ماشاء اللہ، اوّل تو ملاقات ہی نہیں ہوتی اور خال خال کوئی کال بیک کرتا ہے۔ اور جب تقدیر نے شہادت کیلئے کال کیا تو مہدی علی کو موجود پایا، جس نے بڑھ کر آبِ حیات نوش کر لیا۔۔۔ مہدی علی! اب تم مجھے کس کس حوالے سے یاد آؤ گے!

مہدی مجھے ایک اور حوالے سے یاد رہیگا۔ جب بھی کوئی سانپ ڈیرے پر مارا جاتا، میری ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے، عزیزم مجھے لا دیتا، اسطرح عزیزم ربوہ کے قیام کے دوران میری تحقیق میں اکثر اپنا حصہ ڈالتا رہا۔

تعلیم: مہدی علی شہید نے ابتدائی تعلیم فضل عمر ماڈل سکول صدر محلّہ ربوہ سے حاصل کی۔ میٹرک 1979 میں تعلیم الاسلام ہائی سکول اور 1982 میں ایف ایس سی پری میڈیکل کا امتحان تعلیم الاسلام کالج سے اور 1988 میں پنجاب میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصہ محکمہ صحت پنجاب میں کام کیا۔ دو سال فضل عمر ہسپتال ربوہ میں خدمت بجا لائے، جہاں بلڈ بینک قائم کیا۔ 1991/92 میں اپنے کزن ڈاکٹر لئیق طاہر کے ہمراہ کینیڈا پہنچے وہاں سے امریکہ، جہاں فلا ڈلفیا سے دونوں نے ایم ڈی کیا۔ مہدی نے 1996 میں Maimonides Hospital in Brooklyn سے ڈاکٹری کی تربیت (residency training) حاصل کی۔ اور امراضِ قلب (Cardiology) میں دسترس حاصل کی، اور بطور Board certified internist, cardiologist, and interventional cardiologist کے Maimonides Hospital of New York میں کام کرنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ Ohio University میں پڑھانا شروع کر دیا۔

جبکہ ڈاکٹر لئیق نے American Board of Psychiatry and Neurology میں دسترس حاصل کی اور اب بطور Director Continuing Medical/Health Education, Department of Psychiatry, The Moncton Hospital, Moncton, Halifax, Canada. کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر مہدی علی

شہید کی تحقیقی صلاحیتوں کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے امریکن کالج آف کارڈیالوجی نے آپکو 'محقق امراضِ قلب' کا ایوارڈ برائے 2003-2004 عطا کیا۔ اس کے علاوہ آپ مسلسل 2005 سے 2012 تک امریکہ کے قابل ترین ماہرِ امراضِ دل شمار ہوئے۔ عزیز ڈاکٹر مہدی علی شہید نے اپنی پروفائیل میں اپنے پیشہ ورانہ مقاصد کو یوں بیان کیا ہے:

" میں مریض کی نگہداشت میں ممکنہ بہترین صلاحیتوں کے اظہار پر یقین رکھتا ہوں۔ میں اپنی بہترین پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر، جس ادارے سے منسلک ہوں اسکی ترقی اور نیک نامی میں اپنا حصہ ڈالنا چاہتا ہوں۔ میری اولین ترجیح میں اپنی بہترین صلاحیتوں، ایمانداری اور راست بازی کو بروئے کار لاکر خدمت خلق ہے۔"

( "I believe in delivering the best possible patient care, maintaining the highest professional standards, contributing to the progress of the institutions I am affiliated with. My first priority is to deliver my professional responsibilities with competency, honesty and integrity.")

عزیزم شہیدؑ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ فضل عمر ہسپتال کے لئے اوزار اور مشورے وغیرہ بھجواتے رہتے تھے۔ عزیز شہید کے کزن مکرم ڈاکٹر لئیق احمد طاہر مہدی شہید سے دس سال بڑے تھے۔ انہوں نے تعلیم الاسلام کالج سے ایف ایس سی 1978 میں پاس کیا، 1985 میں قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور سے ایم بی بی ایس۔ 1988 تک گورنمنٹ کلینک بہاولپور میں کام کرتے رہے، اسوقت مہدی علی پڑھائی سے فارغ ہو چکے تھے۔ دونوں بھائی مزید تعلیم کے لئے کینیڈا پہنچے، اور وہاں سے فلاڈلفیا امریکہ پہنچے اور ایم ڈی کے امتحان دیئے۔ ڈاکٹر لئیق نے Clinical Psychiatry میں تخصیص کی اور آجکل کینیڈا میں Assistant Professor, Clinical Psychiatry, Dalhousie University, Halifax کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر لئیق تقریباً ہر سال فضل عمر ہسپتال میں وقفِ عارضی کر کے خدمت کے لئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

ڈاکٹر مہدی علی معروف سرجن کے علاوہ کہنہ مشق شاعر اور بہت اچھے کیلیگرافر تھے، موصوف کی اوہائیو کولمبس کی مسجد میں قرآنی آیات کی دیدہ زیب کیلیگرافی رہتی دنیا تک موصوف کی یاد دلاتی رہے گی۔

**خاندانی حالات:** عزیزم ڈاکٹر مہدی 3 ستمبر 1963 کو چوہدری فرزند علی صاحب کے گھر پیدا ہوئے، ماشا اللہ تیرہ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ بچپن ہی سے ذہین اور صاف ستھرا مزاج پایا تھا۔ شہید کے نانا ماسٹر ضیاء الدین ارشد ربوہ کے پہلے شہید تھے، جبکہ آپ کے ماموں راجہ نعیم احمد صاحب (نعیم جنرل سٹور، رحمت بازار، ربوہ) اور بھائی مکرم اشرف علی چوہدری کو سرگودھا جیل میں 1974 کے احمدی دشمن فسادات کے دوران اسیرانِ راہِ مولیٰ رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ مہدی علی اور ڈاکٹر لئیق ربوہ میں مجالس اطفال اور خدام کے سرگرم رکن رہے، تقاریر اور دوسری activities میں بھرپور حصہ لیتے اور انعام حاصل کرتے رہے۔

مہدی علی شہید کا خمیر ربوہ کی مبارک بستی سے پہاڑوں کے سے محکم ارادے لئے اُٹھا، پروان چڑھا، سکول اور کالج کی تعلیم و تربیت نے صیقل کیا، امتحانات کی بھٹی سے کندن بن کر پاکستان سے نکلا، امریکہ جیسے ملک میں، جہاں دنیا جہان کے بہترین دماغ بستے ہیں، سب کو پیچھے چھوڑتا ہوا، اپنے بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل اور خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر مسلسل کئی سال اپنے پیشے پر حکمرانی کرتا رہا، اور پھر ایک ہی جست میں رضوانِ الٰہی حاصل کر گیا!

یہ دونوں بھائی ہمیشہ جماعت کی خدمت کے لئے مواقع سوچتے رہتے تھے۔ اب آئندہ کے لئے ڈاکٹر مہدی علی شہید اور ڈاکٹر لئیق طاہر دونوں کا منصوبہ تھا کہ کینیڈا کے شہر ٹورنٹو میں move کر کے اور وہاں احمدیہ بلڈنگ کے قریب جماعت کی خدمت کے لئے Multi specialty poly clinic قائم کرنا تھا، جس کے لئے مہدی کی کینیڈا میں medial practice license حاصل کرنے کی درخواست process میں تھی، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا!

مہدی علی شہید نے جس خلوص اور رقت میں ڈوب کر یہ دعا کی ہوگی، سوائے خدائے عزّ وجل کے اور کوئی نہیں جانتا:

"اے ذوالمنن! اے مہرباں!

اس سے پہلے کہ میرے گناہ میری نیکیوں سے بڑھ جائیں

اور ہو جائے یہ وجود میرا تیری دھرتی پہ بوجھ کی مانند،

اس سے پہلے کہ ہو کے بے بس میں کسی انساں کو سجدہ کر ڈالوں،
اس سے پہلے کہ تیرا فضل وعطا مجھ سے ہونے لگے گریزاں
تو پاس اپنے مجھے بلا لینا
اس جہاں سے مجھے اٹھا لینا اپنی بخشی ہوئی حیات خدا
میری سانسوں سے تو چرا لینا! "

عزیز مہدی علی شہید مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کئے گئے شہداء کی صف میں شامل ہونے کا شرف حاصل کر گیا، جس کے سر خیل حضرت سید عبد اللطیف شہید 1903 کے بعد ایک لمبا سلسلہء شہداء جس میں ڈاکٹر میجر محمود احمد شہید 1948 ۔۔ڈاکٹر مظفر احمد شہید 1983 ۔۔ڈاکٹر عبد القادر شہید 1984 ۔۔۔ڈاکٹر عقیل بن عبد القادر 1984 ۔۔اور ڈاکٹر عبد المنان صدیقی 2008 ۔۔شامل ہیں، رضی اللہ عنہم

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ 12 اگست 1983 میں ڈاکٹر مظفر احمد کی شہادت پر تمام احمدیوں کو جو عالمی پیغام دیا وہ ہمارے لئے قیامت تک مشعلِ راہ ہے اور رہے گا۔۔۔ یہ شہداء کی لڑی تو قیامت تک ممتد ہے:

" اے ڈیٹرائٹ اور امریکہ کے دوسرے شہروں میں بسنے والے احمدیو! اے مغرب اور مشرق میں آباد اسلام کے جانثارو! اس عارضی غم سے غمگین نہیں ہونا، یہ ان گنت خوشیوں کا پیش خیمہ بننے والا ہے، اس شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے۔ اُس راستے سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹو جس سے وہ مرد صادق چلتے ہوئے بہت آگے بڑھ گیا۔ تمہارے قدم نہ ڈگمگائیں، تمہارے ارادے متزلزل نہ ہوں۔"

دعا ہے اللہ تعالیٰ شہید کو اپنی قربت عطا فرمائے۔ بیوی بچوں، بھائی بہنوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، اور ان کا حامی و ناصر ہو، آمین

ربِّ کعبہ کی قسم میں نے تو مقصد پا لیا
مجھ کو کیا اس سے کہ کٹ کر کونسی کروٹ گرا
جسم تو مٹی میں مِل جانا تھا جلدی یا بدیر
میں بفضل اللہ حیاتِ جاودانی پا گیا

امۃ الباری ناصر

# روشن گہر

عطاء المجیب راشد

ارضِ افریقہ کا اک روشن گہر جاتا رہا
دین کی خدمت سے جس کا عمر بھر ناطہ رہا

لوگ کہتے تھے جسے ظلمات کا مسکن کبھی
اس میں ہر سو روشنی ہر آن پھیلاتا رہا

خدمتِ انسانیت تھا اس کا مقصودِ حیات
زندگی بھر وہ اسی رہ پر چلا جاتا رہا

کی مزیّن شاہراہوں پر مسیحا کی شبیہ
اس کے آ جانے کے نغمے چار سو گاتا رہا

تھا سفیرِ امن بھی یہ ملک و ملت کا سپوت
ہر کسی کے لب پہ اس کا ذکرِ خیر آتا رہا

کیا بھلی سی بات کی یہ ایک دانشمند نے
جو ملا تھا تحفہ سارے ملک کو ، جاتا رہا

وہ خلافت کی اطاعت میں تھا خود اپنی مثال
ایک ابرو کے اشارے پر بچھا جاتا رہا

ہے وہاب آدم کے اس انجام پر راشد کو ناز
سارے خطبہ میں اسی کا تذکرہ آتا رہا

# مذہب کے نام پر قتل

## جناب ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید

### عاصی صحرائی

سوچ سوچ کر دماغ کی رگیں تن جاتی ہیں کہ آنے والی نسلوں کے لئے ہم کیسا پاکستان چھوڑے جا رہے ہیں۔؟

سوموار مورخہ ۲۶ مئی کی صبح دفتر کو نکلنے سے پہلے اپنا ٹوئٹر چیک کر رہا تھا کہ نظر پڑی کہ ایک خوفناک عبارت اور ایک خون میں لت پت تصویر ایک عجیب کہانی سنا رہی تھی: ''احمدیہ مسلک سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر مہدی علی قمر کو علی الصبح چناب نگر (ربوہ) میں ان کی بیوی اور بچے کی آنکھوں کے سامنے گولیاں مار کر قتل کر دیا گیا۔'' ٹویٹ کے ساتھ ہی ایک شخص کی تصویر تھی جس کی سفید قمیض خون سے تر تھی۔ مگر چہرے پر ایک عجیب سا سکون تھا۔ ایک طمانیت تھی۔ دفتر پہنچتے ہی میں نے اس خبر کی تفصیلات کی تلاش کی مگر بے سود۔ تمام اخبارات نواز شریف کے دورہ ہندوستان اور نریندر مودی کی حلف برداری پر توجہ مرکوز کئے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے اہم خبروں کے سامنے معمولی خون خرابہ اتنا اہم تھا بھی نہیں۔ لیکن اس عورت کے لئے یہ خبر سب سے اہم تھی جس کی آنکھوں کے سامنے اس کے شوہر پر گیارہ گولیاں مار کر اسے قتل کر دیا گیا۔ یا اس بچے کے لئے جس کی آنکھوں کے سامنے اس کا باپ خاک وخوں میں لت پت پڑا تھا وہ بچہ جسے شاید مذہب، مسلک اور فرقے کا ابھی پتہ بھی نہ ہو۔ سارا دن ایسے ہی سوالات میرے ذہن میں گھومتے رہے۔ دن گزرنے کے ساتھ کچھ مزید تفصیلات سامنے آئیں۔ ڈاکٹر مہدی علی قمر امریکی ریاست اوہائیو کے شہر کولمبس میں کارڈیالوجسٹ تھے۔ اور پاکستان میں انسانی ہمدردی کی بنا پر رضا کارانہ طور پر چناب نگر (ربوہ) کے ہسپتال طاہر انسٹیٹیوٹ میں خدمت کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ اس ہسپتال کے بارے میں پہلے ہی مختلف اوقات میں فتوے جاری کئے جا چکے ہیں۔ کہ یہاں علاج کروانا شریعت کی رُو سے حرام ہے۔ اور نفرت انگیز لٹریچر میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ یہاں علاج کروانا شریعت کی رُو سے کفر کے زُمرے میں آتا ہے۔ ڈاکٹر مہدی علی قمر امریکی ریاست اوہائیو کے شہر کولمبس میں رہائش پذیر تھے۔ اور وہیں پریکٹس کرتے تھے۔ بے چارے یہاں خدمت کے جذبے سے تشریف لائے تھے۔ مگر یہ قوم اس لائق نہیں کہ اس سے اِسقدر ہمدردی کی جائے! یہاں تو پولیو کے قطرے پلانے والوں کو نہیں بخشا جاتا۔ بار بار ایک سوال میرے دماغ کو جھنجھوڑ رہا تھا کہ ہم مِن حیث القوم کدھر جا رہے ہیں؟ عدم برداشت اور مذہبی منافرت کا ناسُور ہمارے رَگ وپے میں اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ اب اس میں سے بُو آنے لگی ہے۔ اور اس کے تعفن سے دَم گھٹنے سا لگا ہے۔ سوچ سوچ کر دماغ کی رگیں تن جاتی ہیں کہ آنے والی نسلوں کے لئے ہم کیسا پاکستان چھوڑے جا رہے ہیں!؟۔

اور کیا ہماری آئندہ آنے والی نسلیں بھی آج کی بوئی ہوئی نفرتوں کی فصل کاٹیں گی؟ یہ واقعہ اور اس جیسے دوسرے واقعات دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ قلم اُٹھانے، بچوں کو پولیو ویکسین پلانے، گھر سے باہر نکلنے سے، کسی سے ہمدردی کرنے سے ڈر لگتا ہے۔ اب تو ٹی وی چینلز دیکھنے سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں فتویٰ نہ لگ جائے۔ اور کہیں ہماری کہانی بھی ٹویٹر کے ۱۴۰ کیریکٹرز میں نہ سما جائے۔ شام کو گھر واپس آیا تو عجیب سی حالت تھی اپنے دونوں بچوں سے کھیلتے ہوئے بار بار ایک اَن دیکھے بچے کا چہرہ نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا جو اپنے باپ کی لاش کے سامنے کھڑا ہے۔ جس کی ماں دَھاڑیں مار مار کر رو رہی ہے اور اس بچے کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کیا ہوا ہے؟ وہ کبھی اپنی ماں کی طرف دیکھتا ہے کبھی زمین پر پڑے اپنے باپ کی طرف اور کبھی آسمان کی طرف، اس کی معصوم آنکھوں میں کئی سوال ہیں۔ اُسکا باپ تھوڑی دیر پہلے اس سے بات کر رہا تھا اسے سُن رہا تھا، اُسے جواب دے رہا تھا یکایک خاموش کیوں ہے اور ان دو لوگوں نے میرے بابا پر گولیاں کیوں چلائیں؟ میرے بابا تو لوگوں کی زندگیاں بچاتے تھے وہ تو ڈاکٹر تھے۔ وہ تو یہاں لوگوں کی زندگیاں بچانے آئے تھے کیا وہ کچھ غلط کر رہے تھے؟ میرے ہی بابا کو کیوں مارا گیا؟ اور یہ سوال اس بچے کا نہیں یہ سوال وہ سب بے گناہ کر رہے ہیں جنہیں ۲۸ مئی کو لاہور کی دو احمدیہ مساجد میں نماز ادا کرتے ہوئے شہید کیا گیا۔ جنہیں ہزارہ میں اُن کا شناختی کارڈ دیکھ کر بسوں سے اُتار کر مارا گیا، جنہیں پشاور کے آل سینٹ چرچ میں مارا گیا، جنہیں گوجرہ میں مارا گیا، یہی وہ سوال ہیں جو سلمان تاثیر کی فیملی کرتی ہے۔ یہی سوال ہیں جو رَاشد رحمان کی بیوہ کر رہی ہے اور یہی وہ سوال ہیں جو ہمارے بچے ہم سے کریں گے۔ اس سے پہلے کہ یہ آگ سارے ملک کو بھسم کر ڈالے قوم کو اس کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا ہوگا۔ کہ اسلام کیا کہتا ہے اور مسلمانِ پاکستان کیا کر رہا ہے؟۔

# مہدی علی کے نام

(عبد السلام جمیل)

یقین جان ایک بار
نہیں ہوا مجھے گماں
جو تیری جان چلی گئی
بے سود چلی گئی
جو تیرا خون بہہ گیا
بہہ گیا ہے رائیگاں
مہدی تجھے پتہ تو ہے
مقام جو شہید کا
موازنہ نہیں کوئی
حسین کا، یزید کا
شہید کی موت تو
دائمی حیات ہے
شہید کے وجود سے
قوم کو ثبات ہے

تو آخرین کی صف میں تھا
سابقون سے مل گیا
غنچہ تھا صفات کا
گلاب بن کے کھل گیا

تجھے لگی جو گولیاں
بہشت کی تھی چابیاں
دیکھ وہ در کھُل گیا
جس سے جو گزر گیا
خدا کا قُرب پا گیا
ہو گیا وہ جاوداں
تا بہ ابد ضو فشاں

دیکھ اپنا اعزاز تو
امامِ وقت کی زباں
پیار سے رُندھی ہوئی
تیرے ذکر سے ہے تر
گِن وارہی ہے نیکیاں
پڑھ رہی تیرے شعر
دہرا رہی ہے خوبیاں

یہ بھی نہیں تیرا فراق
سینے کا دُکھ نہیں بنا
تیرے ہر ایک گھاؤ پہ
دل سے میرے لہو بہا

دیکھ تیری لحد پہ
اک ہجوم قدسیاں
پلکوں پہ ہے لیے ہوئے
پیار کی لو کے دیے
آیا ہے کہنے الوداع
صبر سے اپنے لب سیے

یہ تیرا نصیب ہے
ہوا سرفراز تو
قوم کو دے گیا
ایک اور اعزاز تو
اب باغ بہشت میں
ہمارے لیے دعا تو کر
ہم پہ آئے وقت گر
ہم بھی اسی راہ پر
وار دیں یہ زندگی
ہم بھی ہوں جاوداں
تا بہ ابد ضو فشاں

# amibookstore.us پر مہیا اردو کتب

قرآن پہلے پانچ سپارے $3.00
قرآن 6-10 سپارے $4.00
صحیح بخاری اردو $40.00
صحیح مسلم اردو $100.00
منتخب احادیث $1.00
سیرت طیبہ $2.00
اسوۂ انسان کامل $5.00
مسیح اور مہدی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں $3.00
روحانی خزائن $250.00
مجموعہ اشتہارات جلد 1 $10.00
مجموعہ اشتہارات جلد 2 $10.00
مجموعہ اشتہارات جلد 3$10.00
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریرات کی رو سے $15.00
فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام $5.00
تذکرہ $10.00
تذکرۃ الشہادتین $2.00
گورنمنٹ انگریزی اور جہاد $1.00
شہادۃ القرآن $4.00
ضرورۃ الامام $1.00
منتخب تحریرات $1.00
چشمہ مسیحی $1.00
پیغام صلح $2.00
لیکچر سیالکوٹ $2.00
ملفوظات $50.00
توضیح مرام $1.00
اسلامی اصول کی فلاسفی $3.00
الوصیت $1.00
کشتی نوح $2.00
سیرت المہدی $15.00
درثمین $15.00
القصیدہ $1.00
جام شیریں -$

ظہور امام مہدی $3.00
شان قرآن $1.00
ہماری تعلیم $1.00
عاشق رسول $1.00
تعلیم فہم قرآن $10.00
ادب المسیح $10.00
حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں $1.00
شرح القصیدہ $6.00
حقائق الفرقان $30.00
مرقات الیقین $7.00
حیات نور $10.00
خطبات نور $10.00
تفسیر کبیر مکمل $100.00
تفسیر کبیر جلد 4 $10.00
تفسیر کبیر جلد 7 $10.00
تفسیر کبیر جلد 8 $10.00
دیباچہ تفسیر القرآن $7.00
تفسیر صغیر $15.00
مشعل راہ $50.00
انوار العلوم 18 جلدیں $200.00
انوار العلوم جلد 1 $12.00
احمدیت کا پیغام $1.00
نظام نو $4.00
کلام محمود $10.00
کلام محمود $5.00
منہاج الطالبین $3.00
اوڑھنی والیوں کے لئے پھول $12.00
تفسیر القرآن کا تحقیقی موازنہ $5.00
خطبات ناصر مکمل $100.00
خطبات ناصر جلد 1 $12.00
قرآن مجید ترجمہ خلیفۃ المسیح الرابع $10.00
کلام طاہر $10.00
ایک مرد خدا $5.00
حضرت عیسیٰ کا وصال $1.00

ہومیو پیتھی $12.00
خطبات طاہر جلد 1-5 $50.00
الہام، عقل، علم اور سچائی $15.00
مذہب کے نام پر خون $5.00
عرفان ختم نبوت $4.00
تاریخی واقعات کے آئینہ میں خود کاشتہ پودا کی حقیقت $1.00
پر حکمت تاویلات $1.00
انتہائی ظالمانہ تکفیر و تکذیب $1.00
اسلام کی عالمگیر روحانی ترقی $1.00
مسلمانوں کے باہمی اختلافات $1.00
حق و باطل میں تمیز کے مسئلہ پر عدد کی اکثریت $1.00
حضرت مسیح کے دعاوی اور بزرگان سلف صالحین $1.00
ایک نشان ایک انتباہ $1.00
مسلمانان ہند کا قومی تحفظ اور جماعت احمدیہ $1.00
مسلمانان ہند کے مفادات کا تحفظ $1.00
کشمیر اور فلسطین کی تحریک آزادی $1.00
علائم $1.00
حضرت بانی جماعت احمدیہ پر چند اعتراضات کے مدلل جواب $1.00
اتمام حجت $2.00
الہام کلام اس کا $1.00
خطبات مسرور جلد 1 $10.00
خطبات مسرور جلد 2 $10.00
شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں $3.00
خطاب حضرت خلیفۃ المسیح بابت وصیت 0$
اسوہ رسول اور خاکوں کی حقیقت $4.00
تبلیغ ہدایت $1.00
الحجۃ البالغہ $2.00
ختم نبوت کی حقیقت $5.00
تاریخ احمدیت 19 جلدیں $210.00

حیات قدسی $10.00
حیات شمس $10.00
نیر احمدیت $7.00
تاریخ احمدیت وادی کشمیر $10.00
مرکز احمدیت قادیان $10.00
مجددین اسلام اور ان کے تجدیدی کارنامے $4.00
یادوں کے پھول $2.00
احمدیہ کلچر $6.00
صوبہ سرحد میں احمدیت کا نفوذ $6.00
سانحہ ٹوپی $4.00
میری یادیں جلد 2 $10.00
سرگذشت کلیم $5.00
تذکرۃ الآبا $10.00
تبلیغی میدان میں تائید الٰہی کے ایمان افروز واقعات $2.00
وقف زندگی کی اہمیت اور برکات $15.00
خزینۃ الدعا $5.00
احمدیت نے دنیا کو کیا دیا $2.00
حاصل شام و سحر $6.00
فیشن پرستی $2.00
اسلام میں شریعت کورٹ کا تصور -$
تخلیق الاول $5.00
رموز فطرت $4.00
گلدستہ خیال $3.00
واقفین نو کے والدین کی رہنمائی $1.00
تیسری کتاب $10.00
تصوف روحانی سائنس $5.00
خلافت علی منہاج نبوت $20.00
دیوبندی چالوں سے بچیں $2.00
آئینہ ربوبیت $4.00
قبولیت دعا کے راز $3.00
تعمیر و ترقی پاکستان اور جماعت احمدیہ $3.00
شوری $6.00

معبود حقیقی 16.00$
میراحج بیت اللہ 3.00$
زندہ درخت 10.00$
منظور چنیوٹی کے دس الزامات کی اصل حقیقت 1.00$
ابطال باطل یانام نہاد آواز حق کی ہرزہ سرائیاں 4.00$
خلافت احمدیت صد سالہ سوونیئر 15.00$
نظام خلافت کی برکات اور ہماری ذمہ داریاں 2.00$
نظام آسمانی کی مخالفت 1.00$
مالی قربانی ایک تعارف 4.00$
رپورٹ مرکزی کمیٹی 4.00$
دینی نصاب 5.00$
بنیادی نصاب 2.00$
تربیتی نصاب 2.00$
خطابات 5.00$
شاہراہ احمدیت 1.00$
تحریک پاکستان اور جماعت احمدیہ -$

گذارشات بخدمت پیر سید کرم شاہ -$
دردمندانہ التماس -$
جماعت احمدیہ کے عقائد 2.00$
پاکستان میں احمدی مسلمانوں پر توہین رسالت کے مقدمات 3.00$
آزادی ہند اور جماعت احمدیہ 2.00$
چاند اور سورج گرہن کا عظیم الشان نشان 2.00$
ملاحظات نیاز فتح پوری 5.00$
مغربی معاشرہ اور احمدی مسلم خواتین کا مثالی کردار 0.50$
مولانا مودودی صاحب کے رسالہ پر تبصرہ 3.00$
شہداالاہور کاذکر خیر 7.00$
فاتح قادیان یا گستاخ اکھیاں 3.00$
اسلام اور عصر حاضر کے مسائل 8.00$
تربیت اولاد کے لئے والدین کی ذمہ داریاں 2.00$
آئینہ حق نما 5.00$

فتح مباہلہ یا ذلتوں کی مار 1.00$
پروفیسر طاہر القادری چند گذارشات -$
رشدی بھوتوں کے آسیب میں 3.00$
لوگ کیا کہیں گے 1.00$
مولوی ظہور حسین 3.00$
جماعت احمدیہ کا عالمی نظام 0.50$
حصار 3.00 $
اسلام کا نظریہ جہاد اور جماعت احمدیہ 1.00$
عذر گناہ 1.00$
اشکوں کا چراغ 7.00$
یہ زندگی ہے ہماری 7.00$
رخت ہنر 5.00$
ماں کا پیغام 6.00$
سوانیزے پر سورج 8.00$
میزان شناسی 5.00$
بازاری تمسخر 2.00$
پاکستان میں احمدیت کے خلاف کذب و افترا 1.00$
بے پردگی کے خلاف جہاد 1.00$

مسئلہ تکفیر -$
مسلمانان فلسطین کا المیہ 1.00$
رسومات کے متعلق اسلامی تعلیمات 1.00$
کتاب محفوظ 2.00$
حسن معاشرت کے بنیادی اصول -$
آئینہ جمال 2.00$
ہندوستان میں انگریزوں کے مفادات اور ان کے اصل محافظ 1.00$
راہ ہدیٰ 4.00$
جنوبی افریقہ میں حافظ شیر محمد 1.00$
تحریک وقف نو ایک عظیم الشان تحریک 3.00$
کیا احمدی سچے مسلمان ہیں 1.00$
رسومات کے متعلق اسلامی تعلیمات 1.00$
حضرت عیسیٰ کی توہین کے الزام کا جواب 1.00$

## بچوں کے لئے کتابیں

اسلام کی پہلی کتاب 1.00$
دینی معلومات 2.00$
راہ ایمان 3.00$
آسان اردو قاعدہ 2.00$
نصاب وقف نو 3.00$
ہمارا خالق 3.00$
حضرت آدم 1.00$
حضرت نوح کی کہانی 1.00$

ہمارے پیارے نبی کی پیاری باتیں 5.00$
ہمارے نبی پیارے پیارے نبی 1.00$
پیارے اسلام کی پیاری باتیں 1.00$
حضرت محمد مصطفی کا بچپن 1.00$
سوانح حضرت ابو بکر صدیق 1.00$
حضرت خدیجۃ الکبریٰ 1.00$
حضرت عائشہ صدیقہ 1.00$
صحابہ کی کہانیاں 1.00$

پیارے مہدی کی پیاری باتیں 1.00$
احمدی بچوں کے لئے جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ 4.00$
حضرت خواجہ معین الدین 1.00$
حضرت سید احمد بریلوی 1.00$
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی 1.00$
حضرت شیخ احمد سرہندی 1.00$
حضرت خواجہ نظام الدین اولیا 1.00$

حضرت خواجہ فرید الدین 1.00$
ایک شہزادے کی سچی کہانی 1.00$
حضرت میر ناصر نواب صاحب 1.00$
سیرت و سوانح حضرت ام ناصر 2.00$
گرو بابا نانک جی 2.00$

مندرجہ بالا کتب براہ راست اے ایم آئی بک سٹور ڈاٹ یو ایس (amibookstore.us) سے مہیا ہیں۔ ڈاک خرچ قیمت میں شامل ہے۔
اراکین اپنی ذاتی ضروریات کے لئے اور کارکن جماعت کی لائبریریوں، تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی ضروریات کے لئے کتب یہیں سے حاصل فرمائیں۔
نئی کتب وقتاً فوقتاً وصول ہوتی رہتی ہیں۔ معلومات کے لئے ویب سائٹ ملاحظہ فرماتے رہیں۔
اگر کسی کتاب کے حصول میں مشکل پیش آئے تو براہ کرم پبلیکیشنز ایٹ احمدیہ ڈاٹ یو ایس سے بذریعہ ای میل رابطہ فرمائیں۔

incharge@amibookstore.us

# تعزية

**يتقدم المهندس فيصل الخوري**

**من الجماعة الاسلامية الأحمدية في كندا**

**أميرا وأعضاء**

**بأحر التعازي القلبية**

**لوفاة الطبيب الكندي الانساني الشهيد**

## مهدي علي بشير الدين قمر

**الذي اغتالته يد الإثم والاجرام في باكستان**

**أثناء تأديته مهمة إنسانية لمعالجة مرضى القلب مجانا**

**وإذ يستنكر المهندس الخوري مثل هذه الاعتداءات على حرية الدين والمعتقد**

**يرجو من الله أن يتغمد الشهيد بواسع رحمته ويدخله فسيح جناته**

**وأن يلهم ذويه وأهله وأصدقاءه جميل الصبر والسلوان**

---

**Engineer Faysal El-Khoury**

**presents his deepest sympathy and regret**

**to Al-Jama'a Al-Ahmadiyya In Montreal and Canada**

**for the loss of**

## Dr. Mehdi Ali Bashir-Ud-Din Qamar

**who was assassinated in Pakistan**

**while doing his humanitarian mission**

**(Médecins Sans Frontières)**

**Mr. El-Khoury shares Al-Jama'a Al-Ahmadiyya their grief and prayors**

**and may the soul of Dr. Qamar rest in peace and tranquility.**

May 26, 2014

# AMMA USA
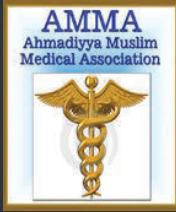
## Dr. Mehdi Ali Qamar
## 1963—2014

We, the physicians and health-related professionals belonging to the Ahmadiyya Muslim Medical Association of the United States of America, humbly express our sadness on the untimely passing of our dear brother and colleague, Dr. Mehdi Ali Qamar Shaheed. He dedicated his time as a devoted servant of the Jama'at and a loving husband and father of three; he dedicated his wealth to help the less fortunate; he dedicated his talent and abilities to treat the sick; and in the end, he gave the ultimate sacrifice as a martyr while in the service of Allah and His creations. His life's work is an embodiment of the ethical and moral values which this Association represents and a model for all of us to follow.

May his soul rest in peace.

We are the members of Ahmadiyya
Muslim Medical Association.
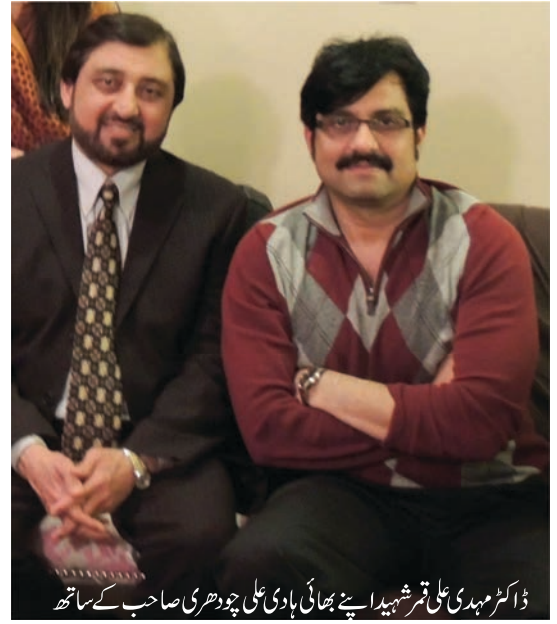
ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید اپنے بھائی ہادی علی چودھری صاحب کے ساتھ

ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید اشر علی کے ساتھ

ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید عبداللہ علی اور ہاشم علی کے ساتھ

خورشید سے تاباں رہو دنیا کے افق پہ اسلاف کی، اسلام کی پہچان بنو تم
ہو شان ہمالہ سی، پرواز ستاروں میں ہر ایک بلندی کا ارمان بنو تم
دنیا کی ملے دولت ،روحانی خزائن بھی ہے میری دعا صاحب ِقرآن بنو تم

مہدی علی قمر
۲۷ مئی ۲۰۰۷

ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید اپنے بچوں کے ساتھ۔عبداللہ علی۔۱۵ سال، ہاشم علی۔۷ سال، اوراشر علی جو شہادت کے وقت شہید کے ساتھ تھا۔۳ سال